جلد 17 شمارہ 11 ماہ نومبر 2015ء محرم الحرام / صفر المظفر 1437ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت الله محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

خصوصی شمارہ تصوف حقیقی

ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے   سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

حال ہی میں پاکستان کی سپریم کورٹ میں سود سے متعلق کیس میں فیصلہ سنایا گیا۔ اس فیصلہ کے موقع پر اعلیٰ عدلیہ سے متعلقہ جج نے سود کو پاکستان کے معاشی معاملات میں عملی طور پر حرام قرار دینے کی درخواست خارج کی اور کچھ ایسے ریمارکس دیے کہ جو سود نہیں لینا چاہتا نہ لے اور جو لیتا ہے اسے اللہ پوچھے گا۔ پاکستان جیسے ملک میں کہ جس کی اساس و بنیاد ہی اسلام کے نام پر رکھی گئی، ایک اعلیٰ عدلیہ کے جج کا سود کے بارے میں یہ درخواست خارج کرنا اور اس طرح بیان بازی کرنا عوامی سطح پر غم و غصے سے محسوس کیا گیا۔ غیر ذمہ دارانہ بیان بازی اور اس فیصلے پر اس جج کے باضابطہ محاسبہ کا مطالبہ بھی سامنے آیا ہے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے اثرات وقت کے ساتھ سامنے آئیں گے مگر اس فیصلے نے کچھ سوالات کو بھی ایک مرتبہ پھر تازہ کیا ہے۔ یہ سوالات براہ راست اسلام کے نظام معیشت سے تعلق رکھتے ہیں۔

سود کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے جو احکامات ملتے ہیں، ان کی روشنی میں یہ تو واضح ہے کہ سود حرام ہے۔ سود کی اسلام کے نظام معیشت میں کسی طرح بھی جگہ یا گنجائش نہیں ہے۔ سود کے بارے میں جو سوالات جواب طلب ہیں وہ یہ ہیں؛ سود کے حرام ہونے میں تو کوئی شک نہیں مگر کیا وہ چیز جو ہم لوگوں کی نظر میں سود ہے، وہ حرام ہے؟ اسلام میں سود کی تعریف کیا ہے؟ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کوئی پیسہ سود بنتا ہے؟ وہ کس طرح کا معاشی لین دین ہے جو سود کی وجہ سے ناجائز ہے؟ وہ کون سے ملکی

وغیرملکی معاشی لین دین ہیں جو سود کے زمرہ میں آتے ہیں؟ یہاں بات ان وجوہات اور دلائل کو سامنے لانے کی ہے جو ایک کاروبار یا لین دین کو سود کے دائرہ میں لاکر حرام کر دیتے ہیں۔ یہ سوالات سود کے فلسفہ اور اس کے فکری پہلو سے متعلق ہیں جن کا تسلی بخش جواب بہرحال منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

ہمیں خود پر واضح رکھنا چاہیے کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس کو ہم سود سمجھیں گے وہ سود اور جس کو ہم سود سے پاک کہہ دیں، وہ سود سے باہر ہے۔ان باتوں کو نہ تو آج کا معمولی پڑھا لکھا انسان مسلمان ہونے کے باوجود ماننے کو تیار ہے اور نہ ہی یہ باتیں دلیل کے طور پر اقوام عالم کے سامنے رکھ کر کاروباری لین دین کیے جا سکتے ہیں۔ ماضی میں اسلامی بنکاری کے نام سے کچھ سود سے پاک بنک کے نظام متعارف کرائے گئے مگر یہ کوئی بھی تبدیلی نہیں تھی، الفاظ کا ہیر پھیر زیادہ اور اسلام کے نام پر کھاتہ داروں کا واضح استحصال تھا۔

یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں موجود یہ جو بنک کا نظام ہے، اس کی ہم کیوں مخالفت کر رہے ہیں؟ کہیں اسی نظام میں ہی ایسی کوئی بات تو نہیں جو اسے سود سے پاک قرار دینے کیلئے کافی ہو اور ہم اسے اپنے فہم کے مطابق ابھی اپنے اوپر واضح نہ کر پائے ہوں۔ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ماضی قریب میں انگریزی تعلیم حاصل کرنا کہیں کہیں حرام کہا جاتا تھا مگر اب انہیں حلقوں میں حلال ہے،تصویر کھنچوانے پر دینی جماعتوں میں شدید ردّعمل تھا مگر آج بخوشی تسلیم شدہ ہے،ٹی وی گھر میں ہونا حرام تھا جو آج انہیں گھروں میں حلال ہے، لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی حرام تھا، اور نہ جانے کیا کیا ہمارے فہم کے مطابق حرام تھا مگر آج ہم سمجھ چکے ہیں کہ ہمارے صحیح یا غلط کے معیار اپنے ذاتی تھے نہ کہ مذہبی۔

ہم اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں مگر یہ زمانہ خود ان تمام باتوں سے جو ہماری ذاتی ہیں ہمیں اصل کی طرف آنے پر مجبور کردے گا۔ ہمارے حلال وحرام کے ذاتی معیارات خود بخود وقت کے ساتھ دم توڑتے چلے جائیں گے۔ لہٰذا اس موجودہ نظام جسے ہم سودی نظام کہہ کر رد کرتے چلے جارہے ہیں اس کا بھی تحقیقی مشاہدہ اور بغور مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ لازم نہیں ہے کہ جو کچھ غیر مسلم اقوام کی طرف سے آتا نظر آئے وہ حرام ہی ہو۔

سود کے مسئلہ سے متعلق سوالات تو ہر قسم کی فرقہ بندی اور گروہی تقسیم سے آزاد ہی ہیں۔ ان پر آنے والا موقف اگر تسلی وتشفی بخش ہوگا تو اسے ضرور پذیرائی ملے گی۔ ان باتوں سے اگر ہمارا کوئی دوست یہ سمجھتا ہے کہ ہم دیدہ دانستہ سود کے مسئلہ پر کسی بہترین علمی کاوش سے چشم پوشی کا برتاؤ کر رہے ہیں تو براہِ کرم اس کی ہمیں نشاندہی ضرور کریں، ہم اس کے جواب میں کچھ تحریر کریں گے، شاید اس طرح بات آگے بڑھ سکے۔ اگر کوئی سود کے مسئلہ کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بھی پیش کرنا چاہے تو مجلّہ فلاح آدمیت کے صفحات اس مقصد کیلئے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلب وذہن میں وسعت عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام!

ادارہ فلاح آدمیت

نقوشِ مہر و وفا

(ملفوظات قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللّٰہ شاہ)

باباجی قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے قرآن وسنت کے بہترین اصولوں پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ جولوگ دین اسلام کی ترویج وترقی کیلئے کام کررہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کیسے ہونا چاہیے، وہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم کو بہت زیادہ تسلیم کررہے ہیں۔ ہر چیز ہی بدل گئی ہے، وہ نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے لکھا ہے کہ

؎ نماز و روزہ و قربانی و حج   یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

نماز، روزہ، اور حج وغیرہ اعمال تو سارے وہی ہیں، انداز بھی وہی ہیں، الفاظ بھی وہی ہیں، مگر جو بندے ہیں یہ وہ نہیں رہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر ہم نہیں رہے۔ وہ جذبہ، وہ محبت، وہ صداقت، عشق اور رسول اللہ ﷺ کے پیار کی بات وہ نہیں رہی۔ چھوٹے چھوٹے کاموں میں الجھ کر دین کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی پر علامہؒ نے بھی لکھا ہے کہ

؎ تمدن، تصوف، شریعت، کلام   بتانِ عجم کے پجاری تمام

عجم میں جو رنگ ڈھنگ تھا، سارے اس کے غلام بن گئے ہیں۔ شریعت بھی، ہمارا رہنا سہنا۔ جیسے وہ رہتے تھے ویسے سب Change ہو گیا ہے۔ بجائے خود بدلنے کے کہ ہم اسلام کی طرف جاتے، مگر ہم نے اسلام کو اپنے مطابق کرلیا ہے۔

باباجیؒ نے تصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ جیسے جیسے فتوحات ہوتی گئیں، آگے آگے بڑھتے گئے، تو وہاں ان کے تصوف کے اپنے اپنے Ideas تھے، وہ بھی ساتھ آگئے۔ یہ سارے کشف وکرامات، ساری یوگا کی مشقیں، سب کو تصوف کا حصہ بنا دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو سکھایا وہ یہ نہیں ہے۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ ان ساری چیزوں کا تصوف محمدی ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق

نہیں ہے۔حضورﷺ کا بتایا ہوا تصوف یہی ہے کہ جو باباجیؒ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں جو ذکر کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، اُٹھتے بیٹھتے کرو، چلتے پھرتے کرو۔قرآن میں بیسیوں جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اے اہلِ ایمان! کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔بہت زیادہ کرو۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ (سورۃ جمعہ ۶۲۔آیت ۱۰) ترجمہ: جب نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فرمایا کہ جنگ میں بھی اگر کسی دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو بھی فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔تمہاری کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔اللہ کی نصرت اسی سے آئے گی جب تم کثرت سے اللہ کو یاد کرو گے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ (سورۃ بقرۃ۔ آیت ۱۵۲)

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''تم ایک دفعہ یاد کرو تو اللہ دس دفعہ یاد کرتا ہے۔'' اللہ کو یاد کرنے سے اس کے فرشتے تمہاری نصرت کو اتر آتے ہیں۔

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

سارے فرشتے حاضر و موجود، سب On duty ہیں۔اللہ بھی موجود ہے، مگر تم اس طرح میدان میں آؤ جیسے اصحاب بدر آئے تھے۔حضورﷺ اپنے ۳۱۳ اصحاب کو ہی میدان میں لے کر آ گئے تھے کہ یا اللہ! یہی کچھ ہے میرا سرمایہ جو میں لے آیا ہوں، آج اگر آپ ان کی مدد نہیں کریں گے تو۔۔۔

یہ شہادت نہیں کہ مر جانا شہادت ہے۔آپ نے اللہ کی سچائی بیان کی۔یہ شہادت آپ نے اپنی زندگی سے ہی دنیا کو دی ہے کہ یہ دین سچا ہے، یہ عقیدہ سچا ہے، یہ اللہ کا فرمان سچا ہے، یہ اللہ کا قرآن حق ہے۔اس کی شہادت آپ نے اپنی زندگی سے دی یہ شہادت ہے۔مر جانے والی شہادت نہیں ہے۔اگر وہاں شہادت کی بات مر جانے والی ہوتی تو حضورﷺ یہی فرماتے کہ

اے اللہ! ان سب کو شہادت عطا فرما۔ یہ سب ۳۱۳ تیرے حضور پہنچ جائیں۔ کفار تین چار گنا زیادہ تھے۔ مرنا تو بڑا آسان تھا۔ وہ شہادت نہیں بلکہ یہ اصل شہادت کے لئے فرمایا گیا:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (سورۃ حج ۲۲۔آیت ۷۸)

رسول اللہ ﷺ تم پر گواہی دیں گے، شہید ہوں گے تم پر۔ کہ اے اللہ میں نے تیرا پیغام جیسا تو نے دیا وہ پہنچا دیا ہے۔ وہ گواہی دیں گے اس پر۔ اور تم ساری دنیا پر گواہی دو گے کہ اے اللہ جیسے تیرے رسول ﷺ نے ہمیں پیغام دیا ہم نے پوری دنیا تک پہنچا دیا۔ جہاں ہم پہنچے، جس وقت اور جس دور میں ہم دنیا میں آئے، ہم نے آگے یہ پیغام دیا۔ اس دور کے مسلمان اس دور کی دوسری اقوام کے بارے میں گواہی دیں گے۔ بعد میں آنے والے ان پر گواہی دیں گے کہ اللہ ہم نے تیرے دین پر خود بھی عمل کیا، دوسری قوموں کو بھی بتایا اور عملی طور پر کر کے بھی دکھایا کہ یہ اللہ کا دین ہے۔ یہ شہادت ہے کہ تم اس پر گواہی دو کہ اللہ کا دین سچا ہے، اس پر چلو۔ فرمایا کہ اب بھی فرشتے آسکتے ہیں، تم بھی تو فضائے بدر پیدا کرو، تم بھی تو کبھی اسی طرح کھڑے ہو جاؤ۔ روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو سب جانتے ہیں کہ کیسے اللہ کی نصرت آئی، کیسے کیسے اللہ کی قدرت کے مظاہر نظر آئے۔ پوچھو افغانوں سے کہ کیسے وہ مجاہد تھے کہ جن کی نعشیں مہینوں بعد ملیں تو ان سے بھی سب نے دیکھا کہ جیسے تازہ خون بہہ رہا ہے۔ لوگوں نے اس دور میں اس کا مشاہدہ کیا۔ افغانستان کے ہر مورچے، ہر گھر میں مجاہد ضیاء الحق کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ اس دور میں کھڑا ہو گیا۔ وہ امریکہ کی Aid کے بغیر ہی کھڑا ہوا تھا کہ اس نے امریکی صدر سے کہا کہ ہمیں یہ مونگ پھلی نہیں چاہیے۔ اس صدر کے مونگ پھلی کے فارم تھے، یہ اس پر براہِ راست طنز بھی تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ ہم نے لڑنا ہوا تو ہم تمہاری مدد کے بغیر بھی لڑیں گے۔ سب لیڈر آئے کہ روس یہ کر دے گا، روس کھا جائے گا، اس نے کہا کہ پرواہ نہیں، کھڑے ہو گئے تو بس کھڑے ہو گئے۔ پھر اللہ نے بھی نصرت دی۔ وہ جو اس دور میں Big power تھی وہ پاؤں میں گر گئی۔ ان کی تاریخ پڑھیں کہ افغانستان میں کیسے کیسے واقعات پیش آئے۔ یہ پٹھان جنہیں اَن پڑھ قوم کہتے ہیں،

وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اللہ کا نام لے کر اور جنرل عبدالرحمان اور یہ سارے ان کے ساتھ ہو گئے۔ روس کا پہلی مسلمان قوم سے واسطہ پڑا تو وہ ڈھیر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب بھی سب کچھ ہو سکتا ہے، تم کھڑے تو ہو! فضائے بدر پیدا کرو کہ اللہ ہم میدان میں آ گئے، آپ ہماری پشت پناہی فرمائیں۔ یہ نہیں کہ اِدھر بیٹھ کر دعا کریں کہ اللہ تباہ کر دے ان کو۔ یہ ایسے نہیں تباہ ہوں گے کہ آپ خطبوں میں یہ پڑھیں کہ اللہ یہود و ہنود کو تباہ کر دے۔ ایسا کام تو حضور ﷺ بھی کر سکتے تھے کفارِ مکہ کو۔ تباہ نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں Convert کیا۔ انہیں Change کیا۔ ان کو مسلمان کیا، وہ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ٹائم لگایا۔ Gradually سب کچھ بنایا، طاقت بنائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ٹکر اس وقت لی جب وہ سرنڈر ہو گئے۔ جب مکہ پر حملہ ہوا تو لڑنے کی نوبت تک نہیں آئی۔ کفارِ مکہ نے اتنی طاقت کبھی دیکھی ہی نہیں تھی، یہ شہادت ہے جو ہمارے لئے مقصود و مطلوب ہے۔ مالِ غنیمت نہیں چاہیے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے۔ تیرے نام کی تکبیر بیان کرنے والے ہم ہیں۔ حاملِ قرآن ہم ہیں، ہم تیرا دین دنیا میں پہنچائیں گے۔

؎ کیا یہ ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

ہم ہوں گے پلانے والے تو تب ہی ہو گا ناں!۔ یہاں توحیدی پلانے والے ہوں گے تو جام آگے چلے گا۔

ایک بھائی نے سوال کیا کہ بابا جی! اس میں دور کا بھی کوئی عمل ہوتا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ دور ایسا ہے، مادی دور ہے۔ بابا جیؒ نے جواب دیا کہ یہ دور کی کوئی بات نہیں۔ ہم جو یہ علامہ کا درسِ خودی پڑھتے ہیں کہ ؎ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے

اس دور کو تو ابراہیمؑ چاہیے کہ جو اس وقت خدا کے راستے میں بت کھڑے کیے ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم خدا کو چھوڑ کر بُتوں کی راہوں پر پڑے ہوئے ہیں، یہ دولت، یہ Status اور یہ سب کچھ جس کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں، اس کی پوجا ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش

میں ہے۔ساری دنیا جو اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہے تو کوئی ایک بندہ کھڑا ہوجائے حضرت ابراہیمؑ کی طرح کہ وہ کہہ دے کہ میں نے اپنا منہ ہر طرف سے موڑ کر صرف تیری طرف کرلیا ہے۔اب اِدھر اُدھر نہیں دیکھوں گا،صرف اللہ کی طرف اپنا رُخ کرلیا ہے۔

؎ بُتانِ وہم وگماں لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ سب وہم وگماں کے بُت ہیں،ان کو توڑو سب کو، جیسے علامہؒ نے فرمایا کہ

؎ موجودہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

اس وقت جو سب سے بڑا بُت ہے اور جس کی پُوجا ہو رہی ہے، وہ وطن پرستی ہے۔ Nationalism ہے۔ہم یہ قوم ہیں، وہ وہ قوم ہیں۔افغانستان دوسری قوم ہیں ، پاکستان علیحدہ قوم ہے، ایرانی علیحدہ قوم ہے، ترکی علیحدہ قوم ہے۔اس وطنیت کی پوجا ہو رہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ پٹھان آ گئے ہیں، کہیں یہ ہمارا کاروبار نہ لپیٹ دیں، افغانی واپس چلے جائیں۔ یہ ہماری روٹی کھاجائیں گے۔ایک طرف ہمارا یقین ہے کہ ذرّے ذرّے پر اس کا نام لکھا ہوا ہے جو کھائے گا۔مسلمان بھائی ہیں۔بھائی جو ہے وہ ہماری گلی میں مزدوری نہیں کرسکتا۔بھائی اپنے گھر رہے، بھوکا مرے، ہمارے ادھر نہ آئے۔سعودیہ کے پاس تھوڑے سے پیسے زیادہ آجائیں تو وہ کہتے ہیں کہ پاکستانیوں کو نکالو یہاں سے۔یہ ادھر نہ رہیں۔باہر نکالو ان کو۔مطلب یہ ہے کہ ہم نے سب تقسیم کر رکھا ہے۔برادری سب پیچھے رہ گئی، قومیت آگے آگئی۔یہ انگریزوں کی چال ہے۔انہوں نے قومیت کا بُت کھڑا کیا۔انہوں نے کہا کہ ہر قوم علیحدہ علیحدہ ہے۔سب الگ رہیں۔پاسپورٹ اور ویزے کے بغیر دوسرے کے علاقے میں داخل نہیں ہو سکتے۔کتے جاسکتے ہیں، کوّے جاسکتے ہیں، دوسرے جانور جاسکتے ہیں، بندہ نہیں جاسکتا، یہ بارڈر کراس نہیں کرسکتا۔

؎ موجودہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

جس نے اس کو Decorate کرنا ہے وہ پہلے مذہب کو دفن کرے، اس کا کفن اُتار کے اسے Decorate کرے، وطنیت تب بنتی ہے جب مذہب کا جنازہ نکال دیا جائے۔

زمانے کی بات نہیں ہے ۔واقعات آتے ہیں۔ایک حدیث قدسی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمانے کو گالی مت دو ۔ میں ہی زمانہ ہوں ۔ یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی ۔ زمانہ جدید و قدیم وہی ہے، وہی انسان ہے، وہی قرآن کا حکم ہے، وہی شیطان ہے، وہی اس کی فطرت ہے جو آدمؑ کے بیٹے کے دور میں تھی تو وہ اب بھی ویسی ہے ۔اس وقت آدمؑ کے دور میں کوئی بندوق نہیں تھی، اس (آدمؑ کے بیٹے) نے جب مارنا چاہا تو ماردیا۔آج بھی ویسا ہے ۔

ہم برے، انسان بُرا، زمانہ بُرا ۔زمانے کو برامت کہیں۔ جب کسی زمانے میں زیادہ لوگ اچھے ہو جاتے ہیں تو برے اس وقت بھی موجود ہوتے ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ اس وقت برائیاں نہیں ہوتیں، چوریاں نہیں ہوتیں، سب ہوتا ہے مگر زیادہ لوگوں کی وجہ سے فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ قوم نیک ہے۔ یہ اللہ کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ایک مرتبہ کوئی زمانے پر، Time and space پر بات کر رہا تھا، اس کی اس پر ریسرچ تھی تو علامہ اقبالؒ نے اس کو یہ حدیث سنائی ۔ وہ ٹانگوں سے معذور تھا، ویل چیئر پر ہی ہوتا تھا۔علامہ نے اسے حدیث سنائی کہ خدا نے کہا ہے کہ میں ہی زمانہ ہوں۔اسے بہت خوشی ہوئی ۔وہ اُچھلا اور کھڑا ہو گیا۔وہ کبھی کھڑا نہیں ہوا تھا، اس نے اپنے سامنے ٹیبل پر مُکا مارا اور کھڑا ہو گیا کہ میرے جو خیالات ہیں ان کی تائید ایک پیغمبر نے کر دی ہے۔میری جو سوچ تھی وہ صحیح ثابت ہو گئی ہے کہ Time ایک دوسری حقیقت ہے۔

قوموں کی تاریخ میں ایسا ہوتا ہے کہ خدا انہیں عروج پر پہنچاتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ سرکتے ہوئے نیچے آجاتے ہیں ۔دو چار سال بعد "وہ خود بدلتے نہیں اور قرآن کو بدل دیتے ہیں' والی بات کی طرح احکامات کو کھینچ کھینچ کر اپنے معیار پر لے آتے ہیں، وہ خود اس کی جگہ پر نہیں آتے ۔باباجیؒ نے تصوف کو اس معیار پر رکھا۔اس کو وہی انداز دیا ۔ہماری تعلیم کو جو تعلیم یافتہ لوگ پڑھ رہے ہیں، وہ اس کی بڑی Appreciation کر رہے ہیں ۔وہ اقرار کرتے ہیں کہ تصوف کو اس معیار پر اور اس رنگ میں آج تک کسی نے پیش نہیں کیا۔تصوف کو توحید کے اس معیار کے ساتھ کسی نے پیش نہیں کیا۔باباجیؒ پرانے تصوف کے لٹریچر کو پسند نہیں کرتے تھے۔کبھی کسی کو نہیں

کہا کہ تذکرۃ الاولیاء پڑھو، فلاں کتاب پڑھو۔ ان میں دنیا کو چھوڑنے اور بھاگنے کی ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ بابا جیؒ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ قرآن و سنت کی بات کرو، اس کے مطابق عمل کرو۔ بابا جیؒ خود کہتے تھے کہ Follow کسی کو مت کرو، مجھے بھی Follow مت کرو۔ اگر Follow کرنا ہے تو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو Follow کرو کہ جہاں خطا نہیں ہے۔ مجھ میں بھی سو قسم کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ سب بزرگوں کی عزت کرو، خدمت کرو، ان کی دعائیں ضرور لو، مگر ان کو معیار نہ بناؤ کہ ہمارے بابا جی ایسا کرتے تھے، ہم ایسا کریں گے۔ Follow کرنے کیلئے وہاں صرف سرکار نبی کریم ﷺ ہیں، ان کو Follow کرو وہاں خطایا غلطی نہیں ہے۔ ان کا تو اللہ نے بھی فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم۔ آیت ۴) ''اور بے شک آپ ﷺ خلق عظیم پر فائز ہیں۔''

بابا جیؒ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ کوئی بات کسی بزرگ میں ہے مگر وہ بات رسول اللہ ﷺ میں نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اس میں غلطی ہے، یہ جب ٹھیک ہوگا تو اس رنگ پر آجائے گا۔ ایک بات رسول اللہ ﷺ میں ہے اور کسی بزرگ میں نہیں ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ یہ بزرگ جب صحیح ہوگا تو اس رنگ پر آجائے گا جو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ کسی کو Follow مت کرو۔ کوئی جو مجذوب ہے، کسی اور مرتبے پر ہے، مگر Follow صرف اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو کرنا ہے۔ اسی طرح باقی باتوں کے بارے میں بھی بابا جیؒ فرماتے تھے کہ باتیں آپ جو مرضی لکھیں مگر نہ تو کسی شخصیت کو زیر موضوع بنائیں، نہ کسی کی شخصیت پر تنقید کریں، نہ کسی فرقہ کو فرقہ پوائنٹ کر کے تنقید کریں کہ یہ فرقہ برا ہے، وہ ایسا ہے، ویسا ہے، مت لکھیں۔ آپ کا اپنا جو نقطۂ نظر ہے وہ قرآن و سنت کے مطابق واضح کرنے کی کوشش کریں۔

ایک دفعہ ایک پروفیسر صاحب ہمارے ایک عزیز کے ساتھ آئے۔ انہیں تعلیم کا بتایا کہ ہمارے بابا جیؒ کی یہ تعلیم ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو یہ پکڑتے نہیں ہیں، آپ جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ بریلوی یا وہابی یہ لوگ آپ کو پکڑتے نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم ایسی باتیں کرتے

ہیں تو یہ ہمارے ساتھ لڑ پڑتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے گرو نے ہمیں یہ سکھا دیا ہے، ہمیا لڑنے والی بات نہیں سکھائی۔ انہوں نے ہمیں بتا رکھا ہے کہ کسی کا نام لے کر یہ نہیں کہنا کہ فلاں فرقہ یا فلاں بات یہ غلط ہے۔ یہ نہیں کہنا۔ موضوع کو زیر بحث لائیں۔ اس موضوع کو اور اپنے نظریے یا عقیدے کو قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ یہ ایسے ہے۔ کسی پر تنقید نہیں کرنی۔ میں نے کہا کہ ہمیں اس لئے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہتا۔ ہم اس بات کی طرف نہیں آتے کہ آپ میں یہ ٹھیک نہیں ہے، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہمارے باباجیؒ نے خود کہا کہ یہ حلقہ میں نے داڑھی مونڈوں کیلئے بنایا ہے، ان کو نہ مولوی قریب آنے دیتا ہے نہ پیر نزدیک آنے دیتا ہے کہ تمہاری شکل ہی نہیں ہے مسلمانوں والی۔ جب مسجد میں جائیں تو اگلی صف میں کھڑے نہیں ہو سکتے کہ پچھلی صف میں جاؤ، پچھلی صف والے اور پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ پھر میں نے ان سے دوسری طرح سوال کیا کہ یہ لڑکے بازاروں میں جا کر بیٹھے ہوتے ہیں، سارا دن بیٹھے رہتے ہیں، سیٹیاں مارتے ہیں، لڑکیوں کو چھیڑتے ہیں، اگر ان کو ہم اللہ کے ذکر پر لگا دیں یا نماز پر لگا دیں تو پھر آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں؟ کہنے لگے کہ جی یہ تو بڑا اچھا کام ہے۔ میں نے کہا کہ یہی تو ہم کر رہے ہیں۔ ہم نے نوجوانوں کو ساتھ بٹھایا ہے اور ذکر کر رہے ہیں تو یہی ہے جو ہم کر رہے ہیں اور کیا ہے؟ بجائے اس کے کہ ہم ان کو پہلے داڑھی رکھوائیں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں بازار سے یہاں بٹھا دیا ہے۔ اب یہ خود بھی ذکر کر رہے ہیں، دوسروں کو بھی کرا رہے ہیں، یہ اچھا کام ہے؟ خوشی سے کہتے ہیں کہ بڑا اچھا کام ہے۔ ہم ان نوجوانوں سے اللہ کے ذکر کی بات کرتے ہیں، پیار محبت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اللہ کی محبت کا بیج ان کے اندر سے جاگ اٹھتا ہے۔ وہ روز ازل سے جو پیار محبت کا پیغام اندر رکھا گیا ہے وہ اس لئے کہا تھا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا ربّ اللہ ہے۔ یا یہ کہے کہ میرے باپ دادا مشرک تھے، میں تو ان کی اولاد میں سے تھا۔ وہاں تو یہی کہا جائے گا کہ تمہارا قصور ہے۔ میں نے ماں باپ کے پیچھے چلنے کو نہیں کہا تھا، اپنے رسول ﷺ کے پیچھے چلنے کو کہا تھا۔

ایک بھائی نے سوال کیا کہ باباجی! کسی کو روزِ الست والی بات کیا یاد ہے کہ ہم نے یہ کہا تھا؟

باباجانؒ نے فرمایا کہ وہ بات اندر تو ہے۔ایک مرتبہ ایک مضمون آیا تھا، جسے مجلّہ میں بھی ہم نے شائع کیا تھا۔ 'انسانی ذہن میں خدا کا پیغام یا وجود۔ ایک سائنسدان کی دریافت'۔اس مضمون میں تھا کہ انسان کے ذہن میں ایک پورشن ایسا detect ہوا ہے کہ اگر باہر اللہ کا ذکر ہو یا قرآن پڑھا جائے تو وہ پورشن Activate ہو جاتا ہے۔دماغ کے اس سیکشن میں Activation شروع ہو جاتی ہے۔خدا کا کوئی کام فضول تو نہیں ہے جب کہا ہے تو اس کا اثر کہیں موجود ہے۔قرآن پاک میں بھی آتا ہے کہ

وَمَا لَكُم لَا تُوئمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَدعُوكُم لِتُوءمِنُوا بِرَبِّكُم وَقَد اءَخَذَ مِيثٰقَكُم مُّوءمِنِينَ۔(سورۃالحدید ۵۷۔آیت ۸)

''تمہیں کیا ہوگیا کہ تم ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور رسول تمہیں تمہارے ربّ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور تم عہد دے چکے ہو اگر تم ایمان لانے والے ہو''

یہاں پر واضح کیا گیا ہے کہ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے ایمان لانے کی تمہارے ربّ پر، اس ربّ پر جو تمہارا ربّ ہے، اپنے ربّ کی طرف نہیں بلا رہا۔یہ کہ تم اپنے ربّ پر ایمان لاؤ اگر تم یقین کرو تو تم سے وہ عہد بھی لے چکا ہے۔

اءِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ استَقٰمُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيهِمُ المَلٰٓئِكَةُ اءَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحزَنُوا وَاءَبشِرُوا بِالجَنَّةِ الَّتِي كُنتُم تُوعَدُونَ. (سورة حم السجدة ۴۱. آيت ۳۰)

''بے شک وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خوفزدہ ہو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

جنت کے بارے میں بھی کافی کچھ فرمایا۔یہ بھی فرمایا کہ جو دل چاہے گا وہ ملے گا۔ یہاں دنیا میں جو کچھ آپ کے پاس مرضی ہو، جو پیسہ، مال و دولت ہو، یہاں وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جس پر دل چاہے مگر وہاں وہ سب کچھ ملے گا، جو چاہو گے وہاں ملے گا۔

قیامت کے دن جب یہ مادے کا پردہ اتر جائے گا تو عہدالست یاد آجائے گا۔اسی لئے اللہ نے کہا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ مجھے پتا نہیں تھا۔وہاں یاد آجائے گا،معلوم ہو جائے گا کہ یہ میری غلطی تھی کہ میں نے نہیں مانا۔رب والی بات اب بھی ہے۔انسان اب بھی اسے تلاش کرتا ہے خواہ غلط جگہ جا کر پیشانی ٹیک دیتا ہے۔رب کی جستجو اس کو اب بھی ہے، جس میں کبھی وہ کسی شجر کو مسجود مان لیتا ہے،کبھی سانپ کو مان لیتا ہے،کبھی بندے کے سامنے سر بسجود ہوتا ہے جستجو اس کے اندر اب بھی ہے کہ میرا ربّ ہے، میں بندہ ہوں۔غلط جگہ بھی وہ اس کی تلاش میں جا پہنچتا ہے،اس کو سمجھ لیتا ہے کہ یہ میرا ربّ ہے۔جبکہ وہ نہیں ہے،صرف اللہ کو ماننا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (سورة حم السجدہ ۴۱، آیت ۳۷)

اللہ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں رات اور دن،اور سورج اور چاند،لیکن سجدہ ان کو نہیں کرنا۔سجدے کا منع کیا ہے کہ بے شک نشانیاں ہیں مگر سجدہ ان کو نہیں کرنا۔اس کو سجدہ کرنا ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔جہاں بھی دیکھو،اس جہان کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے۔خدا وہ ٹھہرا یا یہ جہاں ٹھہرا؟ وہ ہے جس نے اسے پیدا کیا۔

ہمارے بھائی محمد جمیل مرزا کہنے لگے کہ آج کل ٹی وی میں بھی بڑے پروگرام آتے ہیں کہ آپ کا Stone کونسا ہے؟ آپ کا کونسا پتھر ہے؟ وغیرہ

باباجانؒ فرمانے لگے کہ جی ہاں۔ ہمارا تو کوئی پتھر نہیں ہے۔ہم پتھروں کو تو پوجنے والے نہیں ہیں۔ہمارا تو اس اللہ پر ایمان ہے۔ہم اس کو مانتے ہیں،وہ جب چاہے گا تو کچھ ہوگا۔ Stone اگر پہنا ہوا ہے تو پھر کیا ہوگا؟ کہتے ہیں کہ اس سے رنگ بدل جاتا ہے۔رنگ بدلنے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ کہتے ہیں کہ غیبی مدد آتی ہے۔بات یہ ہے کہ آمَنتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ. اللہ پر ایمان اور ملائکہ پر ایمان۔ملائکہ کا ماننا ایمان کا جزو ہے،وہ خدا نہیں ہیں،ان کی پوجا نہیں کرنی۔ان کی رضامندی کیلئے قربانی نہیں دینی،ان کے نوافل نہیں پڑھنے۔ان کے وجود کا

اقرار کرنا ہے کہ ملائکہ ایک مخلوق ہے۔ وہ ایک مخلوق ہے بس۔ ملائکہ کے وجود کا ہی اقرار کرایا ہے۔ باباجیؒ بھی فرماتے تھے کہ فرشتے Agency of God ہیں۔ ایک میڈیا ہیں۔ سارے ان کے Through کام ہوتے ہیں۔ جو حکم اللہ کرتا ہے وہ یہ کرتے ہیں۔ تمہیں ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اللہ کے پابند ہیں، وہ اس کے حکم سے ذرا Deviate نہیں کرتے، جو خدا نے حکم دیا وہی انہوں نے کرنا ہے لیکن اس میڈیا کا یقین کرنا لازمی ہے۔ ان پر ایمان لانا کہ ملائکہ ایک مخلوق ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ اتنی سی بھی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ نہ ہو، ان کی اتنی تعداد ہے، یہ In between powers ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق ساری چیزیں کرتی ہیں۔ اعمال جو اترتے ہیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (سورۃ القدر ۹۷۔ آیت ۴)

''اس کے سرانجام دینے کو اپنے ربّ کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں۔''

جب بھی کوئی حکم ہوتا ہے تو فرشتے اس کی ساری سکیموں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ادھر فیکٹری بن رہی ہے۔ سارا سامان وہ لے آتے ہیں۔ کاریگر بھی آجاتے ہیں، وہ بنائیں گے۔ یہ اندر انسان کی صورت کیسے بنتی ہے؟ یہ سارا سسٹم ترتیب پا رہا ہوتا ہے۔ یہ سارا Layout ماں کے پیٹ میں کون کر رہا ہوتا ہے؟ علیحدہ علیحدہ گوشت ہے، دل کی بوٹی اور طرح کی ہے، جگر کی اور طرح کی ہے۔ یہ سب علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر Layout کون کر رہا ہے؟ ماں کو پتا ہے یا باپ کو پتا ہے؟ یہ خدا کا نظام ہے، اس کو Compute کیا ہوتا ہے۔ فرشتے سارا Layout کرتے ہیں، اس کو وہ بناتے ہیں۔ یعنی یہ In between ایک وجود ہے۔ یہ ملائکہ ہیں اور آپ کو ان کا وجود ماننا ہے۔ ان کی عبادت ہرگز نہیں کرنی، عبادت صرف اللہ کی کرنی ہے۔ ملائکہ آپ کی مرضی اور آپ کے کہنے پر نہیں چل سکتے۔ آپ جو چاہے کریں، جتنی چاہے قربانیاں دیں، آپ کو بھی اس لئے ان کی حضوری حاصل کرنے کی ضرورت

نہیں ہے۔ جو اللہ ان کا مالک ہے اس کو سجدہ کرو۔ باباجیؒ بھی کہا کرتے تھے کہ کرامتوں کی وجہ سے اگر سجدے کرتے ہو تو سورج کو کرو۔ سب سے بڑا کرامتی تو وہ ہے، جس کی وجہ سے نظام ہستی قائم ہے۔ اللہ نے خود کہا کہ یہ بڑی آیات ہیں مگر سجدہ ان کو نہیں کرنا۔ سجدہ اس اللہ کو کرنا ہے، جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ ہر چیز کا مالک تو وہ ہے، اس کے ساتھ رہو۔ بدر کے میدان میں بھی آئے فرشتے اور مؤمنین نے دیکھ بھی لئے، ان کو دکھا دیے گئے تا کہ ان کو تسلی ہو جائے۔ علامہؒ نے کہا کہ اب بھی یہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن تم فضائے بدر پیدا کرو۔ اب بھی وہ سب آنے کو تیار ہیں مگر آپ تیار ہو جائیں۔ آپ کھڑے ہوں گے تو وہ سب آئیں گے ویسے نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا کہ اگر تم نہیں چلو گے تو میں کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دوں گا۔ سارے اس کی مخلوق ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ پاکستانی اس کی مخلوق ہیں، صرف یہ مخلوق ہیں، جرمن، انگریز سب اس کی مخلوق ہیں مخلوق خدا کی بھلائی کیلئے کام کریں گے جیسے کہا کہ خَیرُ النَّا سِ مَن یَّنفَعُ النَّاسِ. جو مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ وہ As a nation اُٹھیں گے تو اللہ As a nation نوازے گا، وہ اگر نہیں ہیں تو پھر اللہ کوئی اور قوم اٹھا دے گا اور اقتدار اس کو دے دے گا۔

قومی معاملے قومی سطح پر ہوتے ہیں، جب قوم اس Level پر ہو گی تو اللہ پوری قوم کو نواز دے گا۔ انگریزوں کے دورِ حکومت میں کتنے ہی بڑے بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اچھے اچھے کام کیے، وہ گولڑا شریف والے، یہ شرق پور شریف والے، یہ کرمانوالے سب اسی دور میں تھے۔ انہوں نے بڑے اچھے کام کیے، لوگوں کو اللہ کی راہ پر لگایا، ان کا کام تھا تو اللہ نے ان کو نوازا۔ مگر اللہ ایک قوم کو اس وقت نوازے گا جب وہ ایک قوم کی طرح سے آگے آئیں گے۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّت بن جاؤ۔ تم بہترین قوم بن جاؤ تب ہم خود ہی۔۔۔ یہ بزرگ جھوٹ موٹ میں بھی نہیں کہتے تھے کہ ہم بہترین قوم ہیں، انہیں حقیقت معلوم تھی۔ اب تو بس اتنا

ہی کافی ہے کہ اللہ ہماری مغفرت ہی کر دے۔ دنیا کی حکمرانی بڑی بات ہے، اور بات ہے وہ۔ اس کیلئے بڑا کردار چاہیے۔ یہ تھوڑا تھوڑا وقت ملا ہے سب کو۔ امریکہ بھی تو اتنی پرانی بات نہیں ہے، خود کو Big power کہتے ہیں۔ امریکہ کوئی Big power نہیں ہے۔ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ عاد نے کہا کہ ہم سے بڑا کون ہے دنیا میں ہم سے Powerful کون ہے تو اللہ نے کہا کہ کہو اللہ کہ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ وہ بڑا ہے، جب چاہے بنا سکتا ہے۔

امریکہ بھی ویسے ڈر رہا ہے۔ آئی ایس آئی کے ایک جنرل ناصر خان نے اخبار میں لکھا تھا اور ہمارے مجلّہ میں بھی اسے شائع کیا گیا تھا کہ ایک بندہ جو یمن سے دریافت ہوا اس کی ہیلی کاپٹر سے تصاویر لی گئیں، اس جنرل نے کہا کہ اس کی اتنی بڑی کھوپڑی تھی کہ ہمارے عام انسان کی تین کھوپڑیاں اس میں آسکتی تھیں، اتنا بڑا سر تھا۔ اس کے جسم کے ساتھ چھ فٹ کا سٹول رکھو تو پھر نظر آتا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔ اللہ نے بھی کہا کہ ان جیسا ہم نے کہیں پیدا نہیں کیا۔ لَـن یُّخلَق مِثلُهُم فِي البِلَادِ۔ وہ اتنے بڑے تھے کہ جب مر گئے تو ان کی مثال ایسے دی ہے کہ جیسے کھجور کے تنے پڑے ہوں، لمبے آدمی کی مثال ہے۔ ان کیلئے واقعی پانچ یا چھ فٹ والا بندہ کیا ہوگا؟

دیکھیں کوشش تو سب اس لئے کر رہے ہیں اور باباجیؒ نے بھی کہا کہ یہ قوم دوبارہ اپنا منصب سنبھال لے۔ لیکن علامہؒ نے کہا کہ تو حیدر پر آؤ گے تو تب ہی کام چلے گا۔ اگر تمہارے وجود میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُو اتر گیا تو غالب تم ہی رہو گے۔ یہ ساری تکلیف تو عارضی طور پر ہو رہی ہے کہ تم اپنے آپ کو ٹھیک کر لو۔ ہم ٹھیک ہو جائیں تو پھر دیکھا جائے گا۔

تصوف و اخلاق

(خالد محمود بخاری)

تصوف کی تعریف: اسلام ایک عالمگیر، فطری اور روحانی مذہب ہے۔ اسلام کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری، دوسرا باطنی، ظاہری پہلو کا نام شریعت اور باطنی حقیقتوں کا نام طریقت و تصوف ہے جو اسلام کی حقیقی روح ہے، تصوف خالص اسلامی فکر ہے، ایران اور یونان وغیرہ کے کسی فلسفے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی تصوف، نفوس انسانی کو مادّی نجاستوں سے پاک کرنے اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیدا کرنے کی عظیم تحریک ہے۔ اگرچہ تصوف کا لفظ قرآن و حدیث اور رأس زمانے کے ادب میں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے تصوف کو ایک عجمی پودا قرار دیا ہے۔ لیکن قرآن نے جس چیز کو تزکیہ و احسان کہا ہے اسے بعد کے آنے والے دور میں اصطلاحیں بدل کر تصوف و سلوک کا نام دیا گیا، جو شریعت کے دائرے میں ہے۔ تصوف شریعت کے باہر نہیں۔ جو تصوف شریعت کے باہر ہے وہ تصوف نہیں ہے، بلکہ اسلام ہی نہیں۔ نفس کے تزکیہ اور قلب کے تصفیہ کرنے کے طریقہ کار کے علم کو تصوف کا نام دیا گیا ہے یہ کسی بھی صورت خانقاہی نہیں اور نہ ہی رہبانیت ہے۔ تصوف ایک حال ہے، کیفیت ہے، وجدان ہے، طلب اس کی کنجی ہے، ذوق و شوق اس کی بقاء، عشق و محبت اس کا رکن اعظم ہے اور ذاتِ مطلق تک پہنچنے کا زینہ ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ؒ اپنے رسالہ دینیات میں تصوف کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ ''تصوف تو درحقیقت خدا اور رسول ﷺ کی سچی محبت بلکہ عشق کا نام ہے اور عشق کا تقاضا یہ ہے کہ خدا کے احکام اور اسکے رسول ﷺ کی پیروی سے بال برابر بھی انحراف نہ کیا جائے۔ پس اسلامی تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ شریعت کے احکام کو انتہائی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بجالانے اور اطاعت میں خدا کی محبت اور اس کے خوف کی روح بھر دینے ہی کا نام تصوف ہے''۔

یعنی تصوف وہ ہے جس میں بدعتوں کی آمیزش اور شریعت سے ٹکراؤ نہ ہو۔ اگر اس میں عجمی رسم و رواج داخل نہ ہوں تو عین اسلام ہے۔ جتنے بھی روحانی سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اویسیہ وغیرہ ہیں وہ سارے عشق رسول ﷺ کا درس دیتے ہیں سارے تزکیہ قلوب کی بات کرتے ہیں۔ یہ فرقے نہیں ہیں بلکہ School of thoughts نقطہ نظر ہیں۔ جس میں انبیاء کی طرز فکر کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ بقول حضرت بایزید بسطامی:

"ایک بھی سنت ترک کرنے والا انسان کبھی اہل تصوف میں سے نہیں ہوسکتا"۔

تصوف کی رو سے جب سالک کو اللہ تعالیٰ سے بے لوث محبت ہو جاتی ہے اور اس کا قلب تعلق باللہ میں دنیا اور آخرت کے تمام نفع و نقصان کے اندیشوں سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے اور اخلاص کا جذبہ ظاہر و باطن میں اس قدر رچ بس جاتا ہے کہ انسان کی بندگی محض اللہ کی رضا اور اس کا دیدار ہو جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں محبت الٰہی، مکارمِ اخلاق اور خدمت خلق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے تصوف کی تعلیمات بھی انہی ارکانِ ثلاثہ پر مبنی ہیں۔ صوفیائے کرام نے اپنی عملی جدوجہد کے ذریعے ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی و روحانی نظام کو زندہ رکھا۔ ان سے بڑھ کر تبلیغ اور تعمیر سیرت کا فریضہ کسی جماعت نے انجام نہیں دیا۔

تصوف اچھے اخلاق کا دوسرا نام ہے، جو شخص جس قدر اخلاق حسنہ کا مالک ہے اسی قدر دین اور تصوف میں بلند ہے۔ جس طرح جسم کی صورت اچھی یا بری ہوتی ہے اس لحاظ سے انسان کو خوبصورت یا بدصورت کہتے ہیں اسی طرح روحانی صورت کے اعتبار سے اس کو خوش اخلاق یا بداخلاق کہا جاتا ہے۔ جب بندۂ مومن کے اخلاق اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے فرمودات کے اتباع میں ڈھل جاتے ہیں تو اس کے اخلاق نہایت اعلیٰ ہوتے ہیں گویا وہ حسن اخلاق کی معراج کو پالیتا ہے۔

تصوف کی اقسام :

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے چراغ راہ میں تصوف کی دو قسمیں بتائی ہیں۔

"ایک صحوی، دوسری سکری۔صحوی تصوف کے معنی ہیں تصوف بیدار اور سکری تصوف سے مراد تصوف خفتہ ہے۔ جب تک کسی قوم کے صوفیوں میں تصوف بیدار کارفرما ہوتا ہے۔وہ قوم برابر ترقی کرتی رہتی ہے۔اس قوم میں زندگی،خوشی،خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ رہتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قوم کے صوفی یعنی روحانی علماء زندگی کے تمام راز ہائے سربستہ اور انسانی فطرت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔اور یہی تعلیم وہ اپنے مریدوں اور اپنی قوم کو دیتے ہیں۔تصوف بیدار ایک صوفی میں دانشمندی،فراست اور دانشوری پیدا کرتا ہے۔ایسے صوفی بین الاقوامی مسائل اور اپنے معاشرے اور قوم کی خوبیوں اور خامیوں سے خوب اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اور آئندہ صدیوں تک آنے والے حالات و واقعات روز روشن کی طرح ان پر عیاں ہوتے ہیں۔یہ لوگ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو کشف سے کم لیکن اپنے علم و فراست سے زیادہ معلوم کرتے ہیں اور اپنی قوم کیلئے اپنے علم و فراست کی روشنی میں ایک ایسا لائحہ عمل اور دستور پیش کرتے ہیں کہ اگر قوم اس پر کاربند رہے تو دوسری قوموں سے کبھی شکست نہیں کھا سکتی"۔

آپؒ نے فرمایا کہ: "اچھی طرح کان کھول کر سن لو کہ میں تم سب کو بیدار بلکہ زندہ صوفی بنانا چاہتا ہوں۔جو لوگ میری اس تعلیم پر عمل کریں گے، دین و دنیا میں سرخرو ہوں گے اور جو اس سے برگشتہ ہو کر صرف شراب طہورا کے نشہ میں بے خودی اور سرمستی کے مزے لوٹتے رہیں گے وہ آخر کار خراب و خوار ہوں گے اور پچھتائیں گے۔یہ شرابی تصوف قوم کیلئے موت کا پیغام ہے۔یہ آدمی کو سست،کاہل،بیکار اور نکما بناتا ہے"۔

روحانی طاقت: تعمیر ملت سے اقتباس پیش ہے:"سلسلہ توحیدیہ میں اصلاح کے کام کی بنیاد روحانی طاقت پر رکھی گئی ہے۔آپ سب بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ گزشتہ ایک ہزار برس سے مسلمانوں کو تصوف خفتہ کی تعلیم دی جاتی رہی ہے۔جس میں اسلامی کردار،اخلاق اور شریعت محمدیہ کی پابندی کی بجائے روحانی کیف و استغراق کو اہمیت حاصل ہوگئی۔صرف روحانی طاقت اور کشف و کرامات کو بزرگی کا معیار بنا دیا گیا اور اللہ کے حکم ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ٥ کو

پس پشت ڈال دیا گیا۔شریعت کی پابندیوں سے فرار حاصل کرنے کیلئے یہ عقیدہ گھڑلیا گیا کہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔مسلمان قرآن کی تعلیم کوترک کرکے اور زندگی کے حقائق سے منہ موڑ کر کوائف میں کھو گئے اور توکل کو غلط معنی پہنا کر بے عملی کی دلدل میں دھنستے چلے گئے"۔

کسی انگریز مسلمان نے تصوف کی خوبصورت تشریح کی ہے کہتے ہیں:

"تصوف ایک حقیقت کا نام تھا، آج صرف نام رہ گیا ہے اور اسکی حقیقت گم ہوگئی ہے"۔

آج تصوف کا اصل مقصود یعنی عزیمت والی زندگی گزارنے کا قرینہ پیچھے چلا گیا اور کشف وکرامات، وظائف جیسے بظاہر پُر کشش اجزا غالب ہوگئے۔تصوف کے پاک اور سراسر خیر کے نظریے کو بھی لوگوں نے آمدنی کا ذریعہ بنا کر بدنام کیا۔یہی وجہ ہے کہ خواجہ عبدالحکیم انصاری تصوف کی خالص تعلیمات سے گرد جھاڑ کر اصل روح سامنے لے آئے اور تعمیر ملت میں تحریر فرمایا کہ "آئندہ اس کتاب میں تصوف کی بجائے حکمت وعرفان اور صوفی کی بجائے سالک وعارف وغیرہ جیسی اصطلاحیں استعمال کی جائیں گی کیونکہ تصوف اس زمانہ میں جس قدر بدنام ہو چکا ہے اس کے پیش نظر یہ لفظ استعمال کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا"۔

مرتبہ احسان

دین کے تین اہم جزو ہیں اسلام، ایمان اور احسان۔مرتبہ احسان کے حصول کے لئے دین کا جو شعبہ مدد دیتا ہے اس کا نام حکمت رکھ لیں، چاہے اسے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کہہ لیں یا اسے تصوف کا نام دے لیں۔لیکن اس کے حصول کی تمنا ہر مومن کو ہونی چاہیے۔احسان کے بارے میں حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "احسان یہ ہے کہ تو اپنے ربّ کی بندگی اس طرح کرے ، گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔اگر تو ایسا نہ کر سکے تو پھر وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔" یعنی مرتبہ احسان یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی حضوری نصیب ہو جائے۔سلسلہ توحیدیہ کے بیعت نامہ میں

ہر توحیدی اپنی منزل مقصود مرتبہ احسان کے حصول کے لئے شیخ سلسلہ کو گواہ ٹھہرا کر اللہ سے عہد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کو ہمیشہ محکم سے محکم تر بنانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایمان کامل اور پھر مرتبہ احسان تک پہنچ جاؤں گا۔

حاصل تصوف: بانئ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں: ''اس میں شک نہیں کہ حکمت یعنی تصوف اشرف اور افضل ترین علم ہے۔اس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہو جاتی ہیں۔عقل سلیم اور فراست کاملہ پیدا ہوتی ہے۔مادہ پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے"۔

تصوف کے ذریعے انسان کی روحانی صلاحیتوں کی نشو نما ہوتی ہے۔حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے حقائق و رموز تک رسائی ہوتی ہے۔انسان اور فطرت اپنی اصلی حالت اور رنگ میں کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔من کی دنیا میں ماضی، حال مستقبل کی حقیقتیں عیاں ہوجاتی ہیں۔

تصوف میں انسان کو اپنی زندگی، ظاہری اور باطنی دونوں طرح پاکیزہ بنانی پڑتی ہے۔ اپنے اخلاق کا تزکیہ کرنا پڑتا ہے۔جتنی اخلاقی برائیاں ہیں وہ سب دور رہوں اور جتنی خوبیاں ہیں وہ سب پیدا ہو جائیں۔شریعت کی پوری پابندی کرنی اور ہر لحاظ سے رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنا پڑتا ہے۔<u>مدت دراز تک ایسا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ بزرگی اور بڑائی پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان کامل ہوجاتا ہے۔</u> جو لوگ تھوڑی محنت اور تھوڑا عمل کرتے ہیں ان کو تھوڑا حصہ ملتا ہے اور جو زیادہ محنت و عمل کرتے ہیں ان کو زیادہ حصہ ملتا ہے۔بدنصیب اور بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کچھ بھی نہیں کرتے اور اپنے مرشد کے سر رہتے ہیں کہ ایک نظر میں ''کامل بنا دو''۔اگر دو تین سال استقامت کے ساتھ تعلیم پر عمل کیا جائے تو سالک کو وہ کچھ حاصل ہوجاتا ہے جو اس کے وہم و خیال میں بھی نہ گزرا تھا۔اسے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر چل رہا ہے اور ضرور اپنی مراد کو پہنچے گا۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم میں روحانی لحاظ سے مقصود و مطلوب کشف القبور، کیف و سرور اور کرامات کا حصول نہیں بلکہ ان سب سے کہیں آگے اور آخری منزل اللہ کا دیدار ہے۔تصوف میں طلب صادق، ہمت بلند اور عملِ پیہم کی ضرورت ہے''۔

سلسلہ توحیدیہ کیوں بنایا گیا

(افادات قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ مرسلہ: فہد محمود بخاری)

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (بانی سلسلہ) اُمت مسلمہ کے لئے انتہائی دردمند دل اور حساس ذہن رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ آپؒ نے آج سے تقریباً ساٹھ برس قبل یہ بات واضح طور پر محسوس کر لی کہ ہماری قوم ہر لحاظ سے تباہی کے غاروں میں لڑھکتی چلی جا رہی ہے۔ آپ کے دل و دماغ میں یہ احساس بھی شدت اختیار کرتا چلا گیا کہ مسلمان جو کبھی اس زمین پر اللہ کے خلیفہ یعنی نائب تھے آج اس قدر پسماندہ، کمزور اور ذلیل کیوں ہو گئے ہیں۔ جو چند صدیاں قبل آدھی دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے وہ ہر جگہ محکوم و مجبور کیوں دکھائی دیتے ہیں، جس قوم سے اللہ نے یہ وعدہ فرمایا کہ انتم الاعلون اِنْ کُنْتُمْ مومنینo وہ اپنے مقام سے کیونکر گر گئے ہیں۔

آپؒ نے مسلمانوں کے اسباب زوال کی جستجو میں حتیٰ الامکان تمام دستیاب کتابوں کا مطالعہ کیا، اس کے ساتھ ہی مسلمانوں میں دوبارہ ترقی و عروج حاصل کرنے کی خاطر جو مختلف تحریکیں برپا کی گئیں ان کی ناکامی کے اسباب پر بھی برسوں غور فرماتے رہے۔ پورے 30 برس غور و فکر کرنے، قوم کے غم میں گھلنے اور کدو کاوش کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم مسلمان خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہوں مومن نہیں بلکہ صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے ہیں، اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ روحانی طاقت کے بغیر نہ تو قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ ہی یہ اپنا کھویا ہو مقام دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔

روحانی طریقہ اصلاح کے نظام کو وسعت دینے کا آپؒ نے مصمم ارادہ کر لیا اور اسے عملی صورت دینے کیلئے 1950ء میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی جو روایتی پیری مریدی کا حامل سلسلہ نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے قیام کا مقصد چار معروف سلسلوں میں پانچویں سلسلہ کا اضافہ کرنا تھا بلکہ اس کے قیام کا بنیادی مقصد ملت کی نشاۃ ثانیہ کیلئے ایک روحانی اصلاحی تحریک برپا کرنا تھا۔ اس کیلئے سب سے پہلے روحانیت کی حامل اللہ والوں کی ایک جماعت کی ضرورت تھی جو خالص

توحید کے رنگ اوران خصوصی صفات کی حامل ہو جو اصلاح کے کام کرنیوالوں کیلئے ضروری ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیا ہے؟ "فقط اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا۔" اس کا مقصد خالص دین کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے یہ نہ تو دنیا سے فرار سکھلاتا ہے اور نہ اس سے محبت، اس میں دین و دنیا کی درستی کا اہتمام ہے۔

مسلمانوں کو مغربی تہذیب کے سحر اور خواب سے بیدار کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں تصوف خفتہ کی افیون سے نجات دلا کر تصوف بیدار سے آشنا کیا جائے، جس کی تعلیم کشف وکرامات کی شعبدہ بازیوں سے بالاتر لیکن دنیا کو جنت بنا دینے کی پوری اہلیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم جہاں مادہ کی تسخیر کی ترغیب دیتا ہے وہاں روح کی تسکین اور اطمینان قلب کے لئے اللہ کے حضور رکوع وسجود اور کثرت ذکر کی راہ بھی دکھاتا ہے اور چاند ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے خلائی مسافروں کو اپنے من کی دنیا میں غوطہ زن ہو کر زندگی کی حقیقت معلوم کرنے کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ نفس اور آفاق کے دونوں عالموں میں توازن رکھنے ہی میں حیات کی تکمیل ہے دلوں کو زندگی اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے اور پھر اللہ کی محبت کو بڑھانے کے لئے انہیں نمازوں اور کثرت ذکر کی غذا دینا پڑتی ہے۔ دلوں کو زندہ و بیدار کئے بغیر انسان سازی اور آدم گری کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

جو آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع میں زندگی بسر کرتا ہے اس کا دل نیکی، پارسائی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے زندہ ہو جاتا ہے اور اس میں نہایت طاقتور اور تیز رفتار روحانی لہریں پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسا آدمی اگر اپنے دل میں کسی دوسرے شخص کے متعلق خیال کرے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے اور فلاں فلاں باتیں چھوڑ دے تو اس کی روحانی توجہ اور فیض کے زیر اثر وہ وہی کچھ کرنے لگتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام کے وقت بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے پیش نظر یہی مقصد کارفرما تھا کہ صوفیوں کی ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو روحانیت کی حامل ہو جس کے ارکان کی اللہ تعالیٰ سے قوی نسبت قائم ہو جائے اوران کی روحوں کے چراغ اس طرح روشن ہو جائیں کہ ان سے دوسرے چراغ اس طرح روشن ہو جائیں کہ ان سے دوسرے چراغ روشن کئے جاسکیں، تاکہ ان سے قوم کی اصلاح کا عظیم کام لیا جائے روحانی طاقت کے حصول کے لئے ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس کو سلسلہ کی تعلیم کے اہم ترین عناصر کی حیثیت دی گئی ہے۔

انسان کی حقیقت اوراس کا اصل وجود روحانی ہے۔انسان اللہ کی محبت کی راہ میں آگے بڑھتا چلا جاتا اور آخر کار اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔اس کے برعکس نواہی ومنکرات یعنی شر کے اعمال سے بھی آگاہ کر دیا جن میں مبتلا ہونے والا مادی دنیا کی محبت میں گرفتار ہوکر نفس کا بندہ یا غلام بن جاتا ہے اور اللہ سے دور رہوتا چلا جاتا ہے۔

ہمارے بہت سے مسلمان بھائی غلط عقائد، بےعملی اور غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام اوراس کی مقرر کردہ حدود کو فراموش کر چکے ہیں۔انہیں نہ تو اسلام کے بنیادی فرائض کی پابندی کا کبھی خیال آتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے کاموں کے ارتکاب سے کوئی خوف آتا ہے۔ان کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں اسلامی شریعت کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔وہ اپنی بے دینی کی ڈگر پر دن رات چلے جارہے ہیں اور ہر نصیحت کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

دین اسلام میں سب سے پہلی چیز ایمان محکم اور عقائد کی درستی اور آخری چیز ہے اخلاق کامل۔ اگر بنیادی عقائد ہی درست نہ ہوں تو اخلاق وکردار کیوں کر تعمیر ہوسکتے ہیں۔اس کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کی طرف رجوع کریں تاکہ خواہشات نفس کی پیروی اور گناہوں پر جسارت کرنے کی بجائے اپنا تزکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکیں۔ انسان کے اندر اس طرح کی انقلابی تبدیلی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے دل میں اپنی اصل اور مقصود حیات کی حقیقت روشن ہوجائے اور خلاف شریعت زندگی گزارنے کے روحانی نقصانات اور اپنی منزل سے دور ہوجانے کا احساس پیدا ہوجائے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان گناہوں یعنی برے اعمال سے نفرت کرنے لگتا ہے اور نیک اعمال کی طرف از خود راغب ہوجاتا ہے۔جوں جوں نیکی کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔دل میں کشادگی اور طبیعت میں لطافت پیدا ہوتی جاتی ہے، نماز میں مزا آنے لگتا ہے، غصہ، نفرت اور گناہوں پر مکمل قابو ہوجاتا ہے اور دل میں اللہ کی محبت کی جوت جلنے لگتی ہے۔

تعارف دعوت سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(سید رحمت اللہ شاہ)

ہمارے معاشرے کا ہر فرد پیروں، فقیروں، اور مزاروں سے کسی نہ کسی طرح واقف ہے۔ اسی واقفیت کی بنیاد پر ہمارے دل ودماغ میں تصوف کے بارے میں مثبت یا منفی رائے ہے۔ ہمارے مشاہدہ میں اگر کوئی عامل، جوگی، شعبدہ باز مداری، یا نجومی آیا ہے تو ہم نے اسے ہی صوفی سمجھا، اگر کوئی کرامت دکھانے والا، کشف کا دعوے دار، یا مجذوب ہی مل گیا تو ہم نے اسے ہی بزرگ سمجھ لیا، کوئی صاحب مزار، گدی نشین، سجادہ نشین، یا جبے قبے والی سرکار نظر آ گئی تو ہم اسی کے گرویدہ ہو گئے اور اسی کو اللہ والا بزرگ، عارف، اور نہ جانے اس کے علاوہ اور کیا کچھ سمجھ لیا۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بہت کم لوگ ہی ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی تصوف، تصوف کی تعلیمات، اور تصوف میں رائج طریقہ ہائے کار کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہو۔ ہمارا یہ المیہ ہے کہ ماضی میں تصوف پر جو لٹریچر شائع ہوا، اس نے تصوف کا عجیب وغریب رنگ پیش کیا۔ من گھڑت اور خود ساختہ حالات وواقعات کی داستانیں خوب تحریر ہوئیں۔ کتب ہائے تصوف کے عنوان پر بڑے بڑے مجموعے شائع ہوئے۔ آج بھی دیکھ لیں تو تصوف کی ان کتب میں تصوف کی تعریف تک نہیں ملے گی۔ بزرگوں کے بارے میں بڑی بڑی باتیں لکھی ملیں گی، اگر نہیں ملے گا تو یہ نہیں ملے گا کہ کسی بزرگ نے وہ اعلیٰ مقام کیسے پایا، وہ کیا طرز عمل تھا جس نے ایک انسان کو اتنے بلند مقام پر پہنچایا کہ ہزاروں لاکھوں لوگ اپنا دین تک چھوڑ کر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے لگے۔ تصوف کی اصطلاحات کے ضخیم تر مجموعے تو دستیاب ہوں گے جو تصوف کی تعلیمات کو بزرگوں کے صدری نسخے ثابت کر دیں گے مگر ان میں کہیں ایسی بات نظر نہیں آئے گی جو تصوف وحکمت کی تعلیمات کو عام انسان کے لئے قابل عمل ہونے کا تاثر ہی دے سکے۔ اس کا امت مسلمہ کو جو نا قابل تلافی نقصان ہوا وہ تعلیمات تصوف کے پس پردہ چلے جانے اور ان کے

فیوض و برکات سے محرومی کی صورت میں موجودہ ذلت اور رسوائی کی صورت میں سامنے ہے۔ آج ایک طرف تصوف کے نام پر سجایا گیا بازار جہالت ہے تو دوسری طرف تصوف کے سخت ترین ناقدین ہیں۔ اگر ہم نے کچھ کھویا ہے تو وہ تصوف اور اس کی تعلیمات ہی ہیں۔ ہم نے انہیں کہیں جہالت کے پردوں میں تو کہیں علمیت کے دھوکے میں کھو دیا ہے۔

کشف کرامات کے مداریوں، عاملوں، اور نجومیوں سے قطع نظر اگر سچے اللہ والے بزرگوں کی بات کی جائے تو صوفیوں اور فقیروں کی تو ہزاروں قسمیں ہیں مگر تصوف کی صرف دو اقسام ہیں۔ ایک تصوف صحوی اور دوسری تصوف سُکری۔

صحوی تصوف کے معنی ہیں تصوف بیدار اور سکری تصوف کے معنی ہیں تصوف خفتہ۔ جب تک کسی قوم کے صوفیوں میں تصوف بیدار کارفرما رہتا ہے وہ قوم برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ اس قوم میں زندگی، خوشی، خوشحالی، اور فارغ البالی کا دور دورہ رہتا ہے۔ اس قوم کے صوفیاء زندگی کے تمام راز ہائے سربستہ اور انسانی فطرت سے خوب واقف ہوتے ہیں اور یہی تعلیم وہ اپنے مریدوں اور اپنی قوم کو دیتے ہیں۔ تصوف بیدار صوفی میں فہم، فراست، اور دانشمندی پیدا کرتا ہے۔ ایسے صوفی بین الاقوامی مسائل اور اپنے معاشرے و قوم کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں، وہ آئندہ صدیوں تک آنے والے واقعات اور انقلابات کو اس طرح دیکھتے اور سمجھتے ہیں جیسے روز روشن میں یہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہوں۔ یہ لوگ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو کشف سے کم اور اپنے فہم و فراست سے زیادہ معلوم کرتے ہیں اور اپنی قوم کیلئے اپنے علم و فراست کی روشنی میں ایک ایسا لائحہ عمل اور دستور پیش کرتے ہیں کہ اگر قوم اس پر کاربند رہے تو دوسری قوموں سے کبھی شکست نہیں کھا سکتی، اس کو ہرگز زوال نہیں آتا بلکہ ہمیشہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی رہتی ہے۔

سکری تصوف یعنی تصوف خفتہ کے پیروکاروں میں ایسے بزرگ حضرات آتے ہیں جن کے ہاں کشف و کرامات کسی بھی اعلیٰ درجہ پر دیکھنے میں آتی ہیں، یا ان کشف و کرامات کے

کمالات کی حکایات وروایات کا ایک جہاں آباد نظر آتا ہے۔ یہ لوگ حق ہو کی صدائیں بلند کرتے ہیں، اپنے احوال سے بیگانہ لااور پلا کے نشہ میں مست رہتے ہیں۔ ان کی باتوں سے بہت سے لوگوں کے بگڑے کام بن جاتے ہیں، تقدیریں تک بدل جاتی ہیں، جنبش لب سے ناممکنات بھی ممکنات میں بدل جاتے ہیں، اور ایسے بہت سے دوسرے معاملات سرزد ہوتے ہیں۔ یہ حضرات دنیوی حقائق سے بہت دور اور شرع سے بے نیاز ہو کر بے خودی کے عالم میں توکل کیے پڑے رہتے ہیں۔ یہ اپنی صحبت میں زیادہ سے زیادہ اپنے جیسا ہی بنا سکتے ہیں۔ خود بھی معاشرہ پر بوجھ ہیں اور معاشرتی اصلاح، فلاح وترقی تو درکنار۔

یہ تصوف کی وہ تعلیمات ہیں جو بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ہمیں دی ہیں۔ آپؒ کے الفاظ میں:

''تصوف ایک علم ہے جس کا موضوع ہے، ان طاقتوں اور ہستیوں کی حقیقت معلوم کرنا جن پر ہمارے مذہب کی بنیاد قائم ہے اور جن کو بغیر دیکھے ماننا ہمارا پہلا فرض ہے۔ انہیں کے جان لینے کو ایمان بالغیب کہتے ہیں۔ وہ طاقتیں اور ہستیاں ہیں۔ اللہ، فرشتے، الہامی کتب، اور رسول جن پر یہ کتابیں نازل ہوئیں۔ قیامت کا دن، حیات بعد الموت، اور جزا وسزا کے بارے میں جنت اور دوزخ وغیرہ۔ ان تمام سے انسان صرف الہامی کتب اور رسولوں کو دیکھ سکتا ہے، لیکن وہ فرشتہ جو یہ الہام لے کر اللہ کی طرف سے آتا ہے وہ دکھائی نہیں دیتا۔

اب تصوف کا موضوع صرف یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم حاصل کرے اور حقیقت معلوم کرے کہ اللہ کیا ہے، کیسا ہے؟ مخلوق سے اس کا کیا تعلق ہے؟ قرآن میں وہ اپنے لئے ہاتھ، آنکھ، کان، اور نفس وروح وغیرہ کا ہونا بیان کرتا ہے، تو اس کا کیا مطلب ہے؟ وہ ہاتھ، آنکھ، کان، اور نفس وروح وغیرہ کیسے ہیں؟ کیا وہ ایسے ہیں جیسے کہ ہمارے یا اور کسی طرح کے؟ کیا اللہ کی شکل اور جسم انسان ہی جیسا ہے؟ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں بیان ہوا ہے۔ اگر اس کی شکل وصورت، اور جسم انسان ہی جیسا ہے تو پھر وہ ہر جگہ حاضر و ناظر کس طرح ہو سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح

تصوف یہ بتاتا ہے کہ فرشتے کیسے ہوتے ہیں؟ وحی یا الہام کیونکر ہوتا ہے؟ دوزخ و جنت کی حقیقت کیا ہے اور وہ کہاں ہیں؟ کیا آدمی جیتے جی ان کو دیکھ سکتا ہے یا صرف ان کا علم حاصل کر سکتا ہے؟ پھر ان چیزوں کے علم و معرفت کیلئے یہ جاننا بھی تصوف ہی کے دائرے میں ہے کہ کائنات کیا ہے؟ مادہ کیا چیز ہے؟ روح و نفس کیا ہیں؟ عقل و جذبات کی حقیقت کیا ہے؟ انسان کیا ہے، کہاں سے آتا ہے، اور کہاں چلا جاتا ہے؟ پیدا ہونے سے پہلے یہ کیا تھا، مرنے کے بعد کیا بن جائے گا؟۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔

اب رہی یہ بات کہ ہم کو ان چیزوں کا علم حاصل کرنے کیلئے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے؟ تو وہ چند باتیں ہیں یعنی اول تو انسان کو اپنی زندگی ظاہری و باطنی دونوں طرح سے پاکیزہ بنانی پڑتی ہے۔ پھر اس کو اپنے اخلاق کا تزکیہ کرنا پڑتا ہے یعنی یہ کوشش کرنی پڑتی ہے کہ جتنی اخلاقی برائیاں ہیں وہ سب دور رہوں اور جتنی خوبیاں ہیں وہ سب پیدا ہو جائیں۔ اس کیلئے کچھ ریاضت اور مجاہدہ بھی کرنا ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کی مکمل طور پر پابندی کرتے ہوئے ہر لحاظ سے رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنا پڑتا ہے۔ مدت دراز تک ایسا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ بزرگی پیدا ہوتی ہے اور وہ رفتہ رفتہ انسان کامل ہو جاتا ہے۔ جو لوگ تھوڑی محنت اور تھوڑا عمل کرتے ہیں ان کو تھوڑا سا حصہ مل جاتا ہے اور جو زیادہ کرتے ہیں ان کو زیادہ۔ بدنصیب اور بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں کرتے اور اپنے مرشد کے سر رہتے ہیں کہ ایک نظر میں کامل بنا دو۔

تصوف اور اس کا مقصد کیا ہے اور اس میں کمال حاصل کرنے والے کیا کرتے ہیں اب اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے بعد اپنے زمانے کے صوفیوں اور بزرگوں کا مقابلہ ان بزرگوں سے کریں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ حضرات میں شاید ہی کوئی ہو جس کو دس بیس پیروں فقیروں سے ملنے یا انہیں دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ اس لئے آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ صوفی اور پیر (دو چار فیصدی کو چھوڑ کر) اسلام اور اہل اسلام کی کیا خدمت کر رہے ہیں اور قوم کیلئے کہاں تک مفید یا مضر ہیں۔ انہوں نے آپ کو اللہ، رسول ﷺ اور

روحانیت کے متعلق کیا بتایا ہے۔ان کی صحبت میں آپ کے اخلاق کی کتنی اصلاح ہوئی ہے۔''

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اللہ تعالٰی کے قرب،عرفان، لقاء،اور دیدار کو اپنے سلسلہ تصوف کا سلوک (روحانی سفر) قرار دیا۔آپؒ نے اپنی تعلیمات کو اپنی تصانیف طریقت توحیدیہ'، 'تعمیر ملت'، 'چراغ راہ'، اور 'حقیقت وحدت الوجود' میں قلمبند کیا۔

آپؒ کی تصنیف طریقت توحیدیہ' سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلمبند کر دیا ہے۔اس میں وہ تمام اوراد واذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالٰی کی محبت،حضوری،لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سلسلہ تصوف میں کسی قسم کی پیر پرستی،قبر پرستی،وراثتی گدی نشینی،اور تصنع وبناوٹ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔آپؒ نے اپنے سلسلہ کیلئے جو دستور اور طریقہ کار متعین کیا اس کے مطابق سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا صرف اور صرف ایک سربراہ 'شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ' ہو گا۔شیخ سلسلہ کا منصب تا حیات ہے، تاہم دوسرے سلاسل تصوف کی طرح یہاں مجازین کرام کا نظام ہے جو ایک ہی شیخ سلسلہ کے تحت تحریک کی صورت میں کام کرتے ہیں۔مجازین کرام اپنے لئے کسی کو بیعت کرنے کی بجائے اپنے مرشد یعنی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے بیعت لیتے ہیں جس سے مرکزیت اور یک رنگی کا عنصر مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔

موجودہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب توحیدی بھی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیمات کا مجسم نمونہ، پابند شریعت، روشن خیال، صاحب علم، صاحب عرفاں، اور صاحب تحقیق بزرگ ہیں جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کے فروغ کی اپنی ذمہ داریاں "مرکز تعمیر ملت" وحید کالونی، کوٹ شاہاں گوجرانوالہ میں سرانجام دے رہے ہیں۔

باتیں تو بہت سی ہوتی آئی ہیں، ہوتی رہیں گی مگر تصوف وسلوک روحانی کیلئے اتنا ہی بہت کچھ ہے جو حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے لکھ دیا ہے۔ تصوف کے بارے میں امام غزالیؒ نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ دنیا کے جتنے بھی علوم ہیں ان سب میں علم پہلے حاصل کیا جاتا ہے اور عمل کا مرحلہ بعد میں آتا ہے۔ تصوف میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ تصوف میں پہلے عمل کیا جاتا ہے اور علم بعد میں حاصل ہوتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات، ہر لحاظ سے واحد اور بے مثل سمجھو۔ اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرو، نہ کوئی توقع رکھو۔ نہ کسی پیر، فقیر، امام، ولی یا نبی کو کسی حیثیت سے اللہ کا شریک جانو۔ تمام علماء کرام اور بزرگان کی عزت کرو، ان کی صحبت سے دلوں کا نور حاصل کرو اور ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لو۔ جو لوگ مقربین بارگاہ ہیں ان کی کرامات کو برحق سمجھتے ہوئے بھی مشکل کشا اور حاجت روا صرف اللہ کی ذات کو جانو۔ اہل اللہ سے کشف وکرامات کے صدور کے باوجود اتباع صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کا کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور قرب ولقاء کے متلاشیوں کیلئے کامل ترین نمونہ قرار دیا ہے۔ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ حضور ﷺ خلق عظیم کے بلند ترین مرتبہ پر فائز ہیں اور ازل سے ابد تک کوئی بشر کسی بھی نیکی اور خوبی میں نہ حضور ﷺ سے افضل ہوا ہے اور نہ ہی ہو گا۔ آپ ﷺ کا خلق ہر نقص وخامی سے پاک تھا۔ اس لئے جو بھی صاحب کمال ہو گا وہ حضور ﷺ کے رنگ میں رنگا ہو گا۔ سلسلہ توحیدیہ کے طریقہ پر سلوک طے کرنے والوں کا ہدف کشف وکرامات، سلب امراض اور تعویذ گنڈوں سے علاج ہرگز نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصود قرآن وسنت کی تعلیم کے مطابق نماز اور کثرت ذکر کی پابندی کرتے ہوئے اللہ کے قرب اور دیدار کا حصول ہے، روحانیت کا یہ بلند مقام تسلیم ورضا اور اللہ کی محبت کے رنگ میں رنگے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اور تمام حقوق العباد ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت کو تمام مخلوقات کی محبت پر مقدم رکھیں۔ روزانہ زندگی میں جو بھی حالات پیش آئیں انہیں اللہ کی طرف سے سمجھتے ہوئے ہر حال میں خوش رہنے کی

عادت ڈالیں۔قطع ماسواء اللہ ،توکل علیٰ اللہ ،اور تبتل الی اللہ کی مشق کرتے ہوئے اللہ کی محبت کو بڑھاتے چلے جائیں ۔اللہ تعالیٰ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ اور پھر اپنے مرشد کی محبت کو اپنا شعار بنائیں۔کسی بھی انسان کو دکھ، رنج ،تکلیف، یا نقصان نہ پہنچائیں، بلکہ خدمت، اصلاح او رفلاح کے کام کو سب سے بڑی نیکی جانیں۔''(ازمقصود حیات)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی اس روحانی اصلاح کی تحریک کا لائحہ عمل اس طرح ہے کہ:

''پہلے تعلیم پر پوری طرح عمل کر کے اپنے اندر مطلوبہ روحانی قوت پیدا کی جائے اور پھر دوسرے بھائیوں کی اصلاح کا کام کیا جائے ۔سلسلہ توحیدیہ کے اوراد و وظائف نہایت مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود انتہائی مؤثر ہیں۔قرآن کریم کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے علاوہ صرف دو ذکر بتائے جاتے ہیں ۔ پہلا ذکر نفی اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے جو رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنا ہوتا ہے ۔دوسرا ذکر پاس انفاس کہلاتا ہے یعنی سانسوں کا خیال رکھا جائے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر نہ لیا جائے ۔جو سانس اندر جائے یا باہر آئے اس کے ساتھ زبان ہلائے بغیر لفظ 'اللہ' اس طرح کہا جائے کہ صرف دل کہے اور کان سنیں ۔ یہ ذکر چلتے پھرتے اور کام کاج کے دوران ہر وقت اور ہر جگہ کیا جا سکتا ہے،اس کیلئے کسی خصوصی وقت کی ضرورت ہی نہیں ۔راہ فقر میں ذکر کے ساتھ مجاہدہ بھی کرایا جاتا ہے تاکہ طبیعت میں سے سختی ،غرور، غصہ،اور حسد وغیرہ جاتا رہے اور نرمی اور شائستگی کے ساتھ انکساری پیدا ہو جائے ۔اگلے زمانے کے شیخ اپنے مریدوں سے سخت مجاہدے کراتے تھے، ان سے سقے اور بھنگی کا کام کراتے، اور بھیک منگواتے تھے۔آج کل اس قسم کے مجاہدے ممکن نہیں ہیں ۔اس لئے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں مجاہدوں کا طریقہ بدل دیا گیا ہے ۔یہاں اس کیلئے دو چیزیں چھوڑنا ہوتی ہیں اور دو اختیار کرنا پڑتی ہیں ۔چھوڑ دینے والی دو چیزیں غصہ اور نفرت ہیں، اور اختیار کرنے والی محبت اور صداقت

ہیں۔مجاہدے کی اس تربیت کیلئے گھر سے باہر نہیں جانا پڑتا، بلکہ ان کی مشق گھر کے اندر بہترین طریقہ سے ہوسکتی ہے۔اس مختصرترین تعلیم پر عمل کرنے سے چند ماہ کے اندر ہی انسان اپنی طبیعت میں ایک عظیم تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔نماز اور ذکر میں مزہ آنے لگتا ہے۔گناہ اور برائیوں کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے، دنیوی تفکرات کا اثر دل پر کم ہوتا ہے اور آخر میں بالکل جاتا رہتا ہے۔سچے خوابوں اور روحانی سیر کے علاوہ دل میں حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں روحانی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔اس طرح سالک کا دل چھوٹا سا پاور ہاؤس یا ٹرانسمیٹر بن جاتا ہے،جس سے اللہ کی محبت کی لہریں نکلتیں اور اس کے پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں۔یہی چیز فیض صحبت کہلاتی ہے۔ہمارے مرشد نے اس روحانی قوت سے دلوں کی اصلاح کرنے کیلئے ہی سلسلہ توحیدیہ قائم کیا ہے۔آپ بھی سلسلہ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مجسم پیار و پریم بن کر اللہ کی محبت اور اس کی مخلوق کی خدمت والے دین کے علمبردار بن کر آگے بڑھیں۔اس سے اچھا دنیا میں کوئی کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی راہ پر ڈال دیا جائے تا کہ اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔''(از مقصود حیات)

سلسلہ توحیدیہ کی ان تعلیمات پر صرف دو تین ماہ عمل کرنے سے ان کے اثرات کماحقہٗ نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔آپ بھی آگے بڑھیے،خودفریبی اور خدافراموشی کے عذاب سے نکل کر عالمگیر محبت و صداقت کا پیکر اور صاحب کردار بن کر انسانیت کی خدمت کیجئے۔دنیا کو اطمینان و سکون بخش تعلیمات کی تلاش ہے۔آفات و انتشار میں گھری انسانیت کو جس پیغام کی ضرورت ہے وہ پیغام آپ کے پاس ہے اسے آگے پہنچانا آپ کی ذمہ داری اور اولین فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پسندیدہ راستہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت

(عزیز عارف توحیدی)

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے مطابق ہمارا سلسلہ معاشرے کو سدھارنے اور مسلمانوں بالخصوص پاکستانیوں میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسا جذبہ بیدار کرنے کی ایک روحانی تحریک ہے ۔اور یہ کام پڑھے لکھے نوجوانوں میں اعلیٰ پائے کی روحانیت پیدا کر کے کیا جا سکتا ہے۔

☆......تاریخ تصوف میں یہ واحد سلسلہ ہے جس کا نام کسی شخصیت یا بانی سلسلہ سے منسوب نہیں ہے

☆......سلسلہ کو روایتی گدی نشینی کے نظام کی بجائے سلسلہ توحیدیہ کے مستقبل کا شیخ رشتہ داروں کی بجائے باہر کا کوئی ''اہل'' شخص ہوا کرے گا۔

☆......موجودہ شیخ سلسلہ صرف ایک خلیفہ مقرر کریں گے جو ان کا جانشین اور مستقبل میں شیخ سلسلہ ہوگا تاکہ سلسلے کی تعلیم اور توحیدی رنگ غالب و برقرار رہے۔

☆......کرہ ارضی پر یہ وہ یکتا سلسلہ تصوف ہے جس میں راہ سلوک کا ایک تحریری نصاب (سلیبس) اور آئین بانی سلسلہ کی تصنیف ''طریقت توحیدیہ'' کی شکل میں موجود ہے۔

☆......ذکر اذکار نہایت مختصر، دورجدید کی متقاضیات کے عین مطابق اور سہل العمل ہیں۔ جن پر روزمرہ کی مصروفیات اور فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے۔

☆......سلسلہ کی منزل ''قرب و عرفان'' اور ''دیدار باری تعالیٰ'' ہے اور جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ حاصل ہو جائے تو پھر آخری کام مخلوق خدا اور انسانیت کی خدمت ہے۔

☆......سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں مذہبی، مسلکی اور سیاسی بحث ممنوع ہے۔

☆......قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بلا شبہ موجودہ صدی کے مجدد تھے اور آپؒ فرماتے تھے کہ یہ ماڈرن سلسلہ ہے جو کم از کم دو سو برس تو چلے گا پھر شاید کوئی دانائے راز آئے جو اس میں کوئی تبدیلی لا سکے۔

☆......عام مروجہ لباس پہن کر مخصوص ظاہری وضع قطع اختیار کئے بغیر چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، ذکر پاس انفاس (سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر) یعنی جو سانس اندر جائے یا باہر آئے اس سے زبان ہلائے بغیر لفظ ''اللہ'' کہا جائے اور کان اسے سنیں۔ بلا ناغہ رات کے اوقات میں یعنی مغرب، عشاء اور تہجد میں سے کسی ایک نماز کے بعد ایک تسبیح (۱۰۰) مرتبہ نفی اثبات کا ذکر جو آدھ گھنٹے میں ہو جاتا ہے۔ مجاہدے میں دو باتیں غصہ اور نفرت چھوڑنے کی ہیں اور دو باتیں اختیار کرنے کی ہیں یعنی عالمگیر محبت اور صداقت۔ بظاہر بہت آسان ہے مگر کر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محنت طلب کام ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر محض چند ماہ دلجمعی سے عمل کرنے سے وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے جو سالہا سال کی محنت شاقہ سے بھی ممکن نہ تھا۔ ذکر اذکار، تزکیہ اخلاق کا تسلسل اور مرشد کے فیض سے انسان کا قلب ایک مقناطیس بن جاتا ہے اور اس سے نکلنے والی مقناطیسی لہریں ملنے جلنے والے کو بھی magnetise کر لیتی ہیں۔ اس مقناطیسی برقی قوت یا باطنی توجہ سے فلاح انسانیت کے بڑے بڑے کام اللہ کے کرم سے ممکن اور آسان ہو جاتے ہیں۔

مقاصد سلسلہ عالیہ توحیدیہ

۱۔ ملت اسلامیہ کی ''تعمیر نو'' محکم بنیادوں پر کرنا اور یہ دشوار ترین کام صرف اور صرف عقیدہ توحید کی پختگی اور محبت سے ممکن ہے۔

۲۔ انسان کا مقصود حیات اپنے ''الہ'' کا قرب و دیدار اور اس کے بندوں بلکہ ساری مخلوق کی خدمت ہے

۳۔ اللہ کے بندوں کے قلوب کا تزکیہ اور ان پر لگے زنگ اور میل کو صاف کر کے ان پر اللہ کی راہ آسان کر دینا۔

۴۔ رضائے دوست ''اللہ'' کی خاطر اس کے بھولے بھٹکے بندوں کو اس کے توحیدی رنگ میں رنگنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دینا۔

۵۔ محبت و سرور سے معمور قلوب و اذہان کی آبیاری کرتے ہوئے دیے سے دیا جلاتے جانا تاوقتیکہ انسان اپنے مقصد بعثت یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہمکنار ہو جائے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی امتیازی خصوصیات

(پیر خان توحیدی)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ بھی دوسرے روحانی سلاسل کی طرح ایک روحانی سلسلہ ہے اس سلسلہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ 1947 پارٹیشن کے دوران ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو پی اے ایف بیس ڈرگ روڈ (موجودہ شارع فیصل) میں بطور لائبریرین ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کا تعلق روحانی سلاسل کے ایک مشہور سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اور آپؒ ایک کامل ولی ، مردِ خدا شناس بزرگ تھے۔ اس لیے آپ کے دوستوں اور شناساؤں نے آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی جسے انصاری صاحبؒ نے قبول فرما کر ان چند نفوس کو بیعت کے شرف سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں آہستہ آہستہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ معرض وجود میں آ گیا ۔انصاریؒ صاحب کے ان مریدین کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر پی اے ایف کے دوسرے لوگ بھی انصاریؒ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے۔ 1956 تک مریدین کی تعداد کافی زیادہ ہو گئی تو انصاری صاحبؒ نے حلقوں کی باقاعدہ تنظیم کر کے جہاں پانچ بھائی اکٹھے ہو جاتے وہاں کسی ایک کو حلقہ کے انتظام و انصرام کے لیے خادم حلقہ مقرر کر دیتے اس طرح یہ سلسلہ پاکستان ایئر فورس کے دوسرے بیسوں (چھاؤنیوں) سے متعارف ہوتا ہوا شہروں اور دیہاتوں میں بھی پھیل گیا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی شروع سے یہ خواہش تھی کہ دوسرے سلاسل کی طرح سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا بھی اپنا ایک مرکز ہو جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا تو 1973 میں ماڈل ٹاون لاہور میں آستانۂ توحیدیہ کی تکمیل ہوئی جو سلسلہ کا مرکز اول بن گیا جبکہ 1974 پہلا اجتماع اسی مرکز پر زیر صدارت جناب قبلہ انصاری صاحبؒ منعقد ہوا۔

مقاصد

یہ سلسلہ کسی سیاسی ، عمرانی یا اقتصادی غرض و غایت کے حصول کے لیے معرض وجود میں

نہیں آیا۔ اور نہ ہی کسی غریب کو دولتمند بنانے یا کسی بے اولاد کو صاحب اولاد بنانے اور نہ ہی کسی بیمار کو تندرست کرنے کے لیے بنایا گیا ہے بلکہ مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

۱۔ عقیدہ کی درستگی کر کے توحید کی سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کی جائے۔

۲۔ بندوں کو بندوں کے خدا سے ملایا جائے۔

۳۔ دلوں کو اللہ کی محبت کے نور سے جگمگایا جائے اور روحوں کو تڑپا کر اللہ کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔

۴۔ تزکیہ نفس اور تزکیہ روح کے ذریعے اصلاح کر کے کامل انسان اور صحیح مومن بنایا جائے۔

۵۔ قرآن وسنت کے احیاء کو حقیقی حالت میں مسلم معاشرہ میں قائم کیا جائے۔

۶۔ گم کردہ راہ طالبان کو راہ حق دکھا کر صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی جائے۔

۷۔ اللہ کی معرفت، قرب ولقا اور دیدار باری تعالیٰ حاصل کیا جائے۔

۸۔ مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو صحابہ کے اخلاق وکردار کا نمونہ بنایا جائے۔

سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات

قرآن او رسنت کی روشنی میں اصلاح معاشرہ اور اعلائے کلمۃ الحق اہل ایمان کا بنیادی فریضہ ہے۔ قرآن کے واضح ارشادات اور رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل ایمان ہی ایک صالح معاشرہ کے قیام اور ہدایت ربانی کے نور سے دنیا کو منور کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کے لیے ''تعمیر ملت'' لکھی۔ سالکان حق کے لیے ''طریقت توحیدیہ'' اور راہ سلوک کے مسافروں کے لیے ''حقیقت وحدت الوجود'' لکھ کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا۔ اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے ارکان کے لیے تعلیم کے مندرجہ ذیل اصول وضع کیے۔

عقائد : اللہ ایک ہے یعنی وہ ذات وصفات میں ہر لحاظ سے بے مثل اور یکتا ہے وہ ہمیشہ سے

ہےاور ہمیشہ رہے گا۔وہ ہر چیز کا خالق ہےاوراس کےسوا کائنات میں جتنی چیزیں ہیں سب اس کی مخلوق ہے۔قرآن اللہ کی سچی اور آخری کتاب ہے۔محمدﷺ اللہ کے بندے اور آخری رسولﷺ ہیں۔جنت، دوزخ، فرشتے، عذاب قبر، قیامت اور حیات بعدالموت برحق ہیں۔

اطاعت: بیعت ہوتے ہی انسان کی زندگی بدل جاتی ہےاور وہ ایک نیا انسان بن جاتا ہے اس نئی زندگی میں کامیابی اسی وقت ہوسکتی ہے جب وہ اپنے شیخ کا ہر حکم بے چون و چرا ماننے اور شیخ سے محبت بڑھانے کی کوشش کرتا رہے۔

تزکیہ اخلاق: دنیاوی امور میں تزکیہ اخلاق کا ہونا بہت ضروری بلکہ ناگزیر ہے۔ اس لیے اخلاق کی اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے۔

ذکر وفکر: (الف) پاس انفاس (ب) نفی اثبات (ج) نماز فرض (د) نوافل (ر) تلاوت قرآن

پاس انفاس جو سانس اندر آئے یا باہر جائے اس سے لفظ اللہ کہنا اور لفظ اللہ کہتے ہوئے اللہ کا خیال بھی کرنا ہے۔

نفی اثبات: لاالٰہ الااللہ کے ذکر کو نفی اثبات کہتے ہیں۔یہ ذکر نماز فجر، مغرب یا عشاء کے بعد کرنا ہوتا ہے۔نماز سے فارغ ہو کر دماغ کو دنیاوی خیالات سے پاک کر کے چند بار درود شریف پڑھ کر لفظ 'لا' کو ناف کے دو انگشت نیچے سے شروع کر کے گردن کو آہستہ آہستہ اٹھا کر اوپر لائے یہاں تک کہ گردن تن جائے اور منہ کو داہنی طرف موڑ کر ''الٰہ'' کہہ کر دماغ سے ہر خیال کو نکال دے یعنی نفی کرے اور پھر زور کے ساتھ دل پر ''الا اللہ'' کی ضرب لگانا اور یہ خیال کرنا کہ صرف اللہ ہی موجود ہے اور کوئی نہیں۔یہ ذکر ایک تسبیح سے لیکر پانچ تسبیح تک کیا جاسکتا ہے۔ ذکر شروع کرنے سے پہلے اور ذکر ختم کرنے کے بعد چند بار درود شریف پڑھنا لازمی ہے۔یہ ذکر حالات کے مطابق بلند آواز یا دھیمی آواز سے کیا جاسکتا ہے۔

نماز فرض: فرض نمازیں کبھی اور کسی حالت میں اور کسی جگہ پر قضاء نہ کریں اور ہمیشہ

وقت پر ادا کریں۔ کوشش کریں کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں اور اگر دنیاوی فرائض کی وجہ سے کبھی ممکن نہ ہو تو گھر میں یا دفتر میں پڑھ لیں لیکن قضاء نہ کریں۔

نوافل: نوافل کا اہتمام کریں اور تہجد کے نوافل پڑھنے کا معمول بنائیں۔

تلاوت: تلاوت قرآن بلند آواز اور خوش الحانی سے کریں اور خیال کریں کہ یہ خدا کا کلام ہے وہی اسے پڑھ رہا ہے اور میں سن رہا ہوں۔ رکوع پورا کرنے کے بعد اس کا ترجمہ پڑھیں جو آیت پسند آئے اسے نوٹ بک میں لکھ لیا کریں۔

مجاھدہ: پچھلے زمانے کے شیخ اپنے مریدوں کو بہت سخت مجاہدے کرنے کا حکم دیا کرتے تھے مثلاً چھ چھ ماہ کے روزے رکھنا۔ سقے اور بھنگی کا کام کرنا بھیک مانگنا اور لمبے لمبے سفر کرانا۔ مقصد ان ساری باتوں کا محض نفس کشی تھا تا کہ طبیعت سے سختی غرور غصہ حسد وغیرہ جاتا رہے اور دل میں انکساری پیدا ہو اور ہر حال میں خوش رہنا آجائے۔ موجودہ زمانے میں اس قسم کے مجاہدے ممکن نہیں۔ اس لیے بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس کو آسان بنانے کے لیے صرف تین طریقے مقرر کیے ہیں۔

۱۔ **قطع ما سوا اللہ :** اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ ترجمہ: اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرو اور سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو جاؤ۔ ذکر تو وہی جو پہلے بتایا جا چکا ہے اور سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے کام کرتے ہوئے دنیا میں دل نہ لگاؤ اور خدا سے کسی وقت اور کسی حال میں غفلت نہ برتو۔ ہر حال میں خوش رہو اور اللہ سے محبت بڑھاتے رہو۔ اور دلی تعلق اللہ سے اتنا گہرا اور مضبوط ہو جائے کہ اس میں اور کسی کا خیال تک نہ رہے۔

تسلیم و رضا : قطع ما سوا اللہ سے سالک میں تسلیم و رضا کا مادہ پیدا ہوتا ہے یعنی جو کچھ بھی واقعات اس کو پیش آتے ہیں چاہے اس کی مرضی کے مطابق ہوں یا مخالف ان پر صبر کرے۔ اور اللہ سے کبھی بھی شکوہ شکایت نہ کرے۔

غصہ اور نفرت کی نفی

بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنے مریدین کو غصہ اور نفرت کو نفی کرنے محبت اور صداقت کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔غصہ اور نفرت ایسے جذبات ہیں جن سے انسانی عقل جاتی رہتی ہے اور بنے بنائے کام بگڑ جاتے ہیں۔عقل ہی وہ چیز ہے جو انسانوں کو حیوانات پر فضیلت دیتی ہے۔اس لئے جب عقل ہی جاتی رہے تو انسان حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے پھر اس سے کسی بھلائی کی توقع نہیں ہوسکتی۔اسی طرح نفرت سے بھی بدگمانی اور سوئے ظن پیدا ہوتا ہے۔جس سے دل جلتا ہے اور صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے کامیابی کے لیے غصہ اور نفرت کی نفی اور محبت وصداقت کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا دوسرے سلاسل سے موازنہ

موجودہ دور میں جتنے بھی سلسلے ہیں ان میں پیر پرستی قبر پرستی اس قدر زیادہ ہوگئی ہے کہ اللہ تو کسی کو یاد ہی نہیں آتا۔قبروں کو سجدہ کرنا مُردوں سے منتیں ماننا اس قدر عام ہوگیا ہے کہ عوام اسے کوئی گناہ یا شرک تو کیا برا بھی نہیں سمجھتے۔زندہ پیروں کو سجدے کئے جاتے ہیں جسے سجدہ تعظیمی کا نام دے کر جائز قرار دیا جاتا ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ان کاموں کو شرک سمجھا جاتا ہے اور سختی سے منع کیا گیا ہے۔

دوسرے سلاسل

رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اتنا غلو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ سے بڑھ کر نہیں تو اس کے برابر ضرور جانتے ہیں۔اور بعض ایسے بھی ہیں جو رسول اللہ کو خدا کا اتار مانتے ہیں یعنی خدا خود رسول اللہ ﷺ کی صورت میں زمین پر اتر آیا۔

☆.....گدی نشینی ایک موروثی عمل ہے جب کسی پیر صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کا بیٹا یا بھائی اس کا جانشین بن کر گدی پر براجمان ہو جاتا ہے اگر چہ وہ اس قابل بھی نہ ہو۔

☆.....پیر صاحب کی قبر یا مزار پر میلے ٹھیلے لگانا ایصال ثواب کے لیے دیگیں چڑھانا قوالی کرانا اجتماعی قرآن خوانی کرانا یا جھنڈے چڑھانا

☆......مریدین کی تعداد بڑھانے کی کوشش تا کہ نذرانوں میں اضافہ ہو۔مرید چاہے نماز روزے کا بھی پابند نہ ہو اور نہ ہی روحانیت اور تصوف کے علوم سے آگاہ ہو۔

☆......ان سلاسل میں اتنے ورد و وظائف بتائے جاتے ہیں جو نہ صرف مشکل ہوتے ہیں بلکہ محال ہو جاتے ہیں۔......مریدوں کو کیف سرور اور کشف و کرامات اور تعویز گنڈوں سے امراض کا علاج کرنا سکھایا جاتا ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور آخری رسول ﷺ ہیں حضور ﷺ ایک مکمل ترین انسان تھے۔ دنیا میں جتنے بھی انسان گزر رہے ہیں، اب موجود ہیں یا آئندہ آئیں گے حضور اقدس تمام نیکیوں اور خوبیوں میں ان سے کہیں برتر اور افضل ہیں اور آپ رحمت اللعالمین ہیں۔

موروثی گدی نشینی کا رواج نہیں۔پیر صاحب کی زندگی ہی میں مجازین اور خادمین کی مشاورت سے خلیفہ (جانشین) کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔جو پیر صاحب کے انتقال کے بعد شیخ سلسلہ منتخب ہو جاتا ہے۔

یہ ساری باتیں پیر صاحب کے مزار پر سختی سے منع ہیں البتہ ایصال ثواب کے لیے مزار سے ہٹ کر کسی مخصوص جگہ قرآن خوانی کرائی جاتی ہے۔

مریدین کی تعداد بڑھانا مقصود نہیں اور نہ ہی نذرانے وصول کرنا مقصود ہے۔طالب کو کچھ ورد وظائف بتائے جاتے ہیں جب وہ ان میں مہارت حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسے مرید کیا جاتا ہے۔

اسلامی تصوف کا دیگر مذاہب تصوف سے تقابلی موازنہ

(عبدالقیوم ہاشمی)

تصوف جسے قرون اولیٰ اور قرآن و احادیث کی زبان میں ''تزکیہ و احسان'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اور جسے بعثت انبیاء علیہم السلام کے چار مقاصد میں سے ایک ناگزیر مقصد قرار دیا گیا ۔بدقسمتی سے مغربی مفکرین اور اہل اسلام کے ہاں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو تصوف کو تسلیم تو درکنار اسے شعبہ اسلام سے باہر کی چیز گردانتے ہیں ۔کوئی اسکا تعلق ہندوازم سے جوڑتا ہے تو کوئی اسے عیسائی یا یونانی تصوف سے جاملاتا ہے اور کچھ حضرات اسے دین کے متوازی نیا دین قرار دیتے ہیں ۔ اہل علم دیگر مذاہب تصوف کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ان کے ہاں روحانی سلوک (spirtual Journy) کی آخری منزل فنا فی اللہ ہے جبکہ اسلامی تصوف اسے ایک مقام قرار دیتا ہے بلکہ اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ اور آخری منزل بقا باللہ جس کا دوسرا نام ''مقام عبدیت'' کو ٹھہراتا ہے ۔اور یہ مقام نبی کریم ﷺ کی متابعت کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا ہے ۔دیگر مذاہب کے لوگوں کو پوری طرح فنا بھی حاصل نہیں ہوتی ،جس طرح بقاباللہ یا عالم امر کے بے شمار مدارج ہیں اسی طرح فنا کے بھی ان گنت مدارج ہیں اور انکے صوفیاء فنا کی ذرا سی بو محسوس کرتے ہیں تو پھولے نہیں سماتے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے لیکن منزل مقصود تو بہت دور بلکہ اکثر و بیشتر ان کے ارباب روحانیت کشف و کرامات کے حصول کو ہی روحانیت کا آخری درجہ خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم منزل مراد پاگئے ۔دیگر مذاہب کے بارے میں فنا کے مقامات کا جو تذکرہ کیا گیا یہ بھی عہد ماضی کا قصہ ہے اب تو یہ چیز بھی انکے ہاں میسر نہیں رہی ۔ اس لیے مغربی دنیا اسلامی روحانیت کی طرف رجوع کر رہی ہے ۔ان مذاہب کی روحانی

تعلیمات میں دوسری کی راہبری کی ہے جبکہ اسلامی دنیا میں مشائخ اور صوفیاء کثرت سے موجود ہیں نیز جہاں دیگر مذاہب میں روحانی نصاب کا فقدان ہے، اسلام میں صوفیائے کرام نے علم تصوف کو بطور ایک مستقل فن(science)کے مرتب کر لیا ہے جس سے طریقت و روحانیت ایک عظیم شاہراہ کی صورت اختیار کر چکی ہے، جس پر مختلف منازل و مقامات کے سنگ ہائے نشانات موجود ہیں علاوہ ازیں جہاں اسلام میں متعلقہ پیر و مرشد کے علاوہ سلسلے کے تمام مشائخ حتیٰ کہ رسول خدا ﷺ کی ہر سالک پر توجہ، نظر عنایت اور فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دیگر مذاہب کے ارباب روحانیت اس فیض سے محروم ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب میں ہر شخص اپنا استاد بھی ہے اور اپنا شاگرد بھی اس لیے نہ تو راستہ مقرر ہے نہ منازل متعین ہیں ۔ نہ انکو پیر کامل کی رہنمائی میسر ہے نہ کوئی نصاب عمل موجود ہے۔ چنانچہ نہ انہیں شیطان سے امان ملتی ہے اور نہ اپنے نفس کی خباثت سے ۔ اس تقابلی مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اسلامی روحانی تعلیمات کے مقابلے میں دیگر مذہب کی روحانی تعلیمات کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

مخالفین تصوف کے ایک بڑے مغالطے کا ازالہ:

جب ہم شریعت اسلامی اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و احوال پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو حصوں پر منقسم تھے ۔ ایک کا تعلق افعال و حرکات اور امور محسوسہ سے تھا مثلاً قیام و قعود، رکوع و سجود، تلاوت و تسبیح ،اذکار ،احکام و مناسک ۔ فن حدیث نے اسکی روایت اور تدوین کی خدمت انجام دی، علم فقہ نے اس سے مسائل و جزئیات استخراج کرنے کا بیڑا اٹھایا اور محدثین اور فقہاء امت نے دین کو اس طرح کر دیا کہ امت کے لیے اس پر عمل پیرا ہونا آسان ہو گیا ۔ اللہ تعالیٰ انکو اس کار عظیم کا بہترین اجر عطا فرمائے ۔ آمین ۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق ان باطنی کیفیات سے ہے جو ان افعال و حرکات کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اور جو رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں نمایاں نظر آتی ہیں ۔ ان کیفیات کی تعبیر ہم اخلاص و احتساب ،صبر و توکل ،

ایثار وسخاوت، زہد واستغنا، خشوع وخضوع، ادب وحیاء، تضرع وانابت، دنیا پر آخرت کو ترجیح، محبت الٰہی، رضائے الٰہی او ردیدار کا شوق اور اسطرح کی دوسری باطنی کیفیات اور ایمانی اخلاق سے کر سکتے ہیں جن کی حیثیت جسم انسانی میں روح کی اور ظاہر میں باطن کی ہے۔ چنانچہ ان کیفیات کو فقہ باطن قرار دیا جا سکتا ہے۔لہٰذا جس طرح آنحضورﷺ کے دور مبارک میں صرف علم تصوف (تزکیہ) ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی علوم وفنون مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، بیان، کلام صرف و نحو رسول خداﷺ کے زمانے میں مدون نہیں لیکن معنوی طور پر تمام صحابہ کرام ان سے آگاہ تھے، یہ تمام علوم بعد میں مرتب ہوئے اس لیے اہل اسلام کو صوفیائے کرام کا تزکیہ واحسان کے شعبہ دین یعنی فقہ باطن کی تدوین وخدمت کے موجب بھی احسان مند ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ انکو اس کار عظیم کا بہترین اجر عطا فرمائے۔آمین۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف، دیگر سلاسل طریقت سے اسکی انفرادیت اور اغراض ومقاصد:

تاریخ اسلام میں جتنے سلاسل طریقت قائم ہوئے ان کا واحد مقصد مسلمانوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکے قرب ورضا کا حصول تھا۔ چنانچہ جس طرح اسلام کے دیگر شعبہ جات میں انحطاط واقع ہوا بعینہ اسلامی روحانیت میں بھی عجمی آلائشیں شامل کر دی گئیں۔ یعنی تزکیہ واحسان جسکی تعلیم نبی کریمﷺ دیا کرتے تھے اسے پس پشت ڈال دیا گیا اور صورتحال اس قدر دگرگوں ہوگئی کہ علامہ اقبالؒ کو یہ کہنا پڑا:

شریعت، طریقت، تصوف، کلام   بتان عجم کے پجاری تمام

وہ اللہ سے ملنے کا شوق، وہ اللہ سے شدید محبت، وہ میراث مصطفیٰﷺ، وہ اللہ کو دیکھنے کی شدید آرزو جو صحابہ کرام کا سرمایہ حیات تھا، ملت اسلامیہ میں ناپید ہوگیا۔ چنانچہ یہ سلاسل طریقت چند رسوم اور اوراد ووظائف کا مرقع بنتے چلے گئے، اس جمود اور انحطاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ

مسلمان اخلاق وسیرت، اکل حلال، تعمیر کردار، رضائے الٰہی کا حصول، قرب الٰہی اور دیدار باری تعالٰی جیسے ارفع مقاصد اور اوصاف سے بیگانے ہوتے چلے گئے۔ خدا پرستی کی جگہ پیر پرستی اور مزار پرستی نے لے لی، اللہ کی یاد اور اللہ سے استعانت کی جگہ پیروں سے فریاد اور پکار نے لے لی۔ الغرض جن مراکز سے توحید ومعرفت کے علوم نے چار سو پھیلنا تھا وہاں سے مشرکانہ اور جاہلانہ عقائد کا پرچار ہونے لگا۔ ایسی صورتحال میں اہل اسلام کا تصوف سے اعتبار کا اٹھنا بے جا نہ تھا۔ چنانچہ ایسے زوال پذیر ماحول میں اللہ کی تائیدونصرت سے ایک عبد خالص، مومن کامل اور اللہ کا فقیر تن تنہا اٹھتا ہے اور ایک ایسے سلسلہ کی بنیاد رکھتا ہے جو صحابہ کرام کے دور کی روحانیت کی مکمل تصویر مسلمانوں پہ آشکار کر دیتا ہے۔ اس عظیم ہستی کا اسم گرامی ہے **حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ** آپ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی ہیں اور 1953 میں کراچی سے سلسلہ کی تعلیمات کا آغاز کیا آپؒ ایک ہمہ جہت اور جامع شخصیت تھے آپؒ نہ صرف بلند پایہ صوفی بلکہ بیک وقت عظیم مصلح، محقق، معلم اور مجتہد بھی تھے۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور ان سلاسل کے روحانی سلوک طے کیے۔ تاہم آپ کے دل میں یہ شدید خواہش تھی کہ جیتے جی دیدار الٰہی حاصل ہو۔ اسکی خاطر آپؒ نے دیگر سلاسل کا بغور مطالعہ اور تحقیق کی مگر حصول رویت الٰہی کا وہاں بھی کوئی ذکر نہ ملا چنانچہ کچھ عرصہ بعد اللہ نے آپ کو ایک اویسی رنگ کے بزرگ حضرت رسالدار محمد حنیف خانؒ سے ملا دیا اور انکی راہنمائی میں آپکا تمام روحانی سفر طے ہوا۔ آپ اپنی تصنیف ''حقیقت وحدت الوجود'' میں لکھتے ہیں۔

''اس مرتبہ سلوک عجیب طرح سے طے ہوا۔ یعنی ناسوت سے ذات بحت تک سارے راستے اور گردوپیش کے ماحول کو دیکھتا اور سمجھتا ہوا گزرا۔ یعنی پہلے دوزخ کے طبقات دیکھے۔ پھر علی الترتیب اعراف، ملکوت، جبروت، لاہوت اور ہاہوت کی جنتوں کی سیر کرتا ہوا

''ھوٗ'' کے نچلے طبقات میں داخل ہوا۔ یہاں مجھ پر وحدت الوجود کی کیفیت طاری ہوئی یہ وہی کیفیت ہے جس کو جناب ابن عربیؒ نے حقیقت فرمایا۔ الحمدللہ کہ میں نے یہاں زیادہ دیر قیام نہ کیا ورنہ میں بھی وجودی ہو کر رہ جاتا۔ جب ''ھوٗ'' کی اوپر والی سطح پر پہنچا تو وہاں وہ کیفیت نظر آئی جسکو مجدد صاحب نے ظلیت کہا ہے۔ یہاں سے جلدی ہی نجات مل گئی۔ اس کے بعد کچھ دیر عدم میں رہا لیکن برابر آگے بڑھتا رہا حتیٰ کہ عدم پار کر کے عالم امر میں داخل ہو گیا اور آخر کار 26-27 برس کی متواتر کوشش کے بعد 1953 میں اپنے مقصد حیات سے ہمکنار ہوا۔ الحمدللہ جو چاہتا تھا مل گیا''

لہٰذا بانی سلسلہ نے جس وقت سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی تو اسکے نصاب میں حصول رویت باری تعالیٰ کا مکمل طریقہ تحریر فرمایا۔ دیگر سلاسل طریقت میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ یا مقام عبدیت کے حصول کا نصاب تو ملتا ہے مگر رویت الٰہی سے متعلق مکمل خاموشی پائی جاتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں رویت الٰہی کے متعلق اپنے مشاہدات کا تذکرہ تو فرمایا ہے مگر نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کی تعلیمات حصول رویت باری تعالیٰ سے خالی ہیں۔ چنانچہ یہ انفرادیت اور خصوصیت اسلامی سلاسل طریقت میں صرف سلسلہ توحیدیہ کو حاصل ہے۔

تاریخ تصوف میں کسی سلسلہ کا نصاب مکمل طور پر ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا۔ سلسلہ توحیدیہ کا نصاب نہ صرف تحریری طور پر ''طریقت توحیدیہ'' میں محفوظ کر دیا گیا ہے بلکہ یہ اس قدر آسان فہم انداز میں تحریر کیا گیا ہے کہ ہر معمولی تعلیم یافتہ شخص بھی اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

سلسلہ توحیدیہ کی تنظیم منہاج نبوت کے مطابق کی گئی ہے جس کے ذریعے انسانیت کو توحید اور اللہ کی محبت پر مبنی بندگی والی تعلیم تلقین کی جاتی ہے۔ بانی سلسلہ توحیدیہ اپنی تصنیف ''چراغ راہ'' میں فرماتے ہیں۔

''میں آپ کو صحوی تصوف سکھانا اور انسان کامل بنانا چاہتا ہوں۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا

کہ آپ حقائق کو چھوڑ کر کوائف میں کھو جائیں ۔ دنیا کا کوئی کام نہ کریں ،توکل کی چادر اوڑھے شراب معرفت کے نشہ میں مست پڑے کراماتیں دکھایا کریں ۔ میں جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مجتبیٰ ﷺ کے نقش قدم پر جاتا ہے ۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ملالو۔ اگر میں کہیں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کردو ، میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کرلوں گا"

دیگر سلاسل میں اذکار و وظائف اس قدر پڑھنے کو بتائے جاتے ہیں کہ اللہ کی راہ کے متلاشیوں کے لیے مصروفیت کے دور میں امور زندگی سرانجام دینا تقریباً محال ہو جاتا ہے۔ بانی سلسلہ نے دور حاضر اور مستقبل کے مقتضیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اوراد و اذکار کے طریقوں میں ترمیم و تجدید کا ایسا کارنامہ انجام دیا جو موجودہ دور میں اللہ کی ہمسائیگی کے طلبگاروں پہ انکا بہت عظیم احسان ہے ۔ اس ضمن میں آپؒ نے فرمایا۔

"سلوک طے کرنے تک مجھ کو یہ تجربہ ہو گیا کہ خدا سے تعلق زبان سے ذکر کرنے کی کثرت پر اسقدر منحصر نہیں ہے، جس قدر دل سے اس کو ہر وقت یاد رکھنے اور اخلاق کا تزکیہ کرنے پر منحصر ہے"

چنانچہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ذکر پاس انفاس (ہر سانس جو اندر آئے اور باہر جائے دل میں اللہ کہنا ہے) جو چلتے پھرتے ہر وقت کیا جا سکتا ہے اور دوسرا ذکر نفی اثبات یعنی افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کے کلمہ کا کیا جاتا ہے جس پہ چند منٹ صرف ہوتے ہیں اور تزکیہ اخلاق کے لیے غصہ اور نفرت کی نفی کرنے کی تعلیم سکھائی جاتی ہے اور محبت اور صداقت یعنی حق بات پہ عمل پیرا ہونے کی تربیت دی جاتی ہے ۔ یہ چند مختصر اعمال کرنے سے ایک مسلمان اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہو سکتا ہے ۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ توحیدیہ کا نام بھی "توحید" سے منسوب فرمایا ہے تاکہ سلسلہ کے ہر بھائی کو یہ بات ذہن نشین ہو کہ وہ اس سلسلہ میں اس لیے داخل ہوا ہے کہ وہ اللہ کی محبت اور قرب و رضا اور دیدار کے حصول کا امیدوار ٹھہرے ۔ شیخ سے

محبت ،عقیدت ، ادب اور فرمانبرداری تو ضرور کرے مگر پیر پرستی ،مزار پرستی ،عرس، میلے اور نذرانے وغیرہ کوسلسلہ کی تعلیمات سے سختی سے خارج کردیا گیا ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو دیگر سلاسل سے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اسکی تعلیمات پہ عمل کرنے کے لیے نہ تو کسی خانقاہ میں چلہ کشی کی ضرورت ہے، نہ ترک دنیا اور گوشہ نشینی کی اجازت ہے بلکہ اسکے برعکس ایک متحرک اور روزمرہ زندگی کے فرائض انجام دیتے ہوئے، رزق حلال اور دنیوی عزت ومرتبہ حاصل کرنے اور خدمت خلق اور ملک وقوم کی تعمیر وترقی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ گویا سلسلہ توحیدیہ محض ایک روحانی سلسلہ ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک زندہ معاشرتی تحریک بھی ہے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں دنیا سے نفرت وحقارت کی تعلیم ہرگز نہیں دی جاتی اسکی بجائے دل سے دنیا کی محبت کو نکالنے اور اس میں اللہ کی محبت کو بڑھانے کا درس دیا جاتا ہے۔ حلال لذائز دنیا کو ترک کرنا عجمی تصوف کی نشانی ہے۔ ایسے عجمی تصوف پہ عمل کرنے سے خدمت خلق کا شعبہ ظہور پذیر نہیں ہوسکتا۔

تزکیہ نفس ایک فن ہے یہ صاحب فن کی صحبت اور تربیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ عالم دین صرف تعلیم پر اکتفا کرتا ہے یعنی وہ صرف یہ کہتا ہے کہ خدا نے تزکیہ نفس کا حکم دیا ہے۔ ایک عارف اور صوفی بھی تزکیہ نفس کی ہی تلقین کرتا ہے لیکن وہ تلقین پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے شاگردوں سے کہتا ہے کہ میرے پاس آؤ، میری صحبت میں بیٹھو، میں بالفعل تمہارے نفس کا تزکیہ کردونگا۔ عالم دین نے تمہیں بتایا کہ خدا ہے، میں تمہیں دکھادونگا کہ واقعی خدا ہے

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا ایک منفرد اصول یہ بھی ہے کہ شیخ سلسلہ ہمیشہ غیر وراثتی منتخب کیا جاتا ہے اسلامی روحانی سلاسل میں وراثتی گدی اور جانشینی نے تزکیہ نفس کے شعبہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ ان قباحتوں سے بچنے کے لیے بانی سلسلہ توحیدیہ نے باقاعدہ وصیت جاری کی تھی۔ شیخ سلسلہ اور ارکان سلسلہ کی حیثیت استاد اور شاگرد کی مانند سمجھی جاتی ہے۔ ہر فرد کو

عام مسلمانوں جیسے لباس پہننے کی اجازت ہے گلے جبئے منکے وغیرہ پہننے سے سختی سے منع کیا جاتا ہے ۔شیخ سلسلہ اور ہر بزرگ بھائیوں سے روحانی فیض کی تو تلقین کی جاتی ہے مگر اسکے لیے ہر وقت مرشد کے قریب رہنا ضروری نہیں بلکہ جو فرد سلسلہ کی تعلیم یعنی ذکر اللہ اور تزکیہ اخلاق میں جتنی محنت کرتا ہے وہ اتنی ہی روحانی ترقی اور بزرگی حاصل کرتا ہے۔صاحب یقین اور عارف بننے کے لیے صحبت صاحب یقین ایک قرآنی حکم ہے۔کونو مع الصٰدقین (التوبة : ۱۱۹) اس پر واضح دلیل ہے۔

دیگر سلاسل میں کشف وکرامات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے مگر سلسلہ توحیدیہ میں اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ بانی سلسلہ نے اپنی تصانیف میں بڑی صراحت کے ساتھ کشف و کرامات (جو کہ دیگر مذاہب کے صوفیوں سے بھی سرزد ہوتی ہیں) کی حقیقت بالکل عیاں کردی ہے۔کشف وکرامات کا تعلق نفسی علوم سے ہے۔اسکے حصول میں کسی تقویٰ ،شریعت پرعمل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو شخص ایک مطلوبہ معیار کی قوت ارادی اور ارتکاز خیال اپنے اندر پیدا کرلے وہ کشف و کرامات دکھا سکتا ہے۔بعض لوگوں میں پیدائشی طور پر یہ طاقت ہوتی ہے جنہیں ہم پیدائشی ولی اللہ کہہ دیتے ہیں حالانکہ انہیں نہ تو علم الٰہیات اور معرفت الٰہی کا کچھ پتہ ہوتا ہے اور نہ تزکیہ واحسان کی بابت وہ کچھ جانتے ہیں۔بلکہ ہمارے ہاں تو اس قدر جہالت ہے کہ سچے ولی اللہ اور عامل ،نجومی وغیرہ کے درمیان بھی کوئی امتیاز نہیں کرتے ۔سلسلہ توحیدیہ نے قرآن سنت پر مبنی تعلیم کو ہی اپنی اساس اور بنیاد قرار دیا ہے ۔سلسلہ توحیدیہ کے مطابق ایک مسلمان حقیقی معنوں میں عبد خالص ،مومن کامل یا ''عبدہٗ'' اسی وقت بنتا ہے جب وہ نفس کی کثافتوں (غصہ ،نفرت ،حسد ،بغض ،غیبت ،جھوٹ وغیرہ) سے پاک ہو کر یعنی نفسانیت سے نجات پا کر صفات الٰہیہ (محبت ،صداقت ،حلم ،برداشت ،عاجزی وغیرہ) سے متصف ہو جاتا ہے۔اس طرح وہ اللہ کی طرف سے خلافت ارضی اور نیابت ارضی کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

وحدت الوجود کے عقیدہ نے صدیوں سے صوفیاء کرام کے درمیان ایک نزع کی صورت اختیار کر لی تھی بانی سلسلہ توحیدیہ نے اپنے ذاتی علم وعرفان، تحقیق وتجربہ اور مشاہدات روحانی کی بدولت وحدت الوجود کے ماننے والوں کی غلط فہمی کو طشت ازبام کر کے طالبین خدا کی بڑی خدمت اور راہنمائی کی ہے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ وحدت الوجود کی کیفیت کس مقام پہ وارد ہوتی ہے اور اس کیفیت سے کس طرح نجات حاصل کی جاتی ہے بلند پایہ صوفی وہ ہوتا ہے جو کسی بھی روحانی کیفیت کا اسیر نہیں ہوتا بلکہ هل من مزید کا نعرہ لگاتے ہوئے برابر آگے بڑھتا رہتا ہے۔ بقول شاعر

صوفی آنکہ فوق الوصل جوید (یعنی صوفی وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کے مقام کا طلبگار رہے۔)

والیٰ ربک منتهها (اور تیری منزل مقصود تیرا رب ہے) واضح قرآنی دلیل ہے اور یہی سلسلہ توحیدیہ کا نصب العین ہے۔ بقول بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

آتی ہے مجھے غیب سے آواز مسلسل ۔۔۔ ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا مقصد مسلمانوں کو فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلا کر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہبود کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا، اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

کیا قرآن اللہ کا کلام ہے؟

﴿ڈاکٹر غلام جیلانی برق﴾

چونکہ عصرِ رواں کا مذہب لذّت پرستی ہے اور قرآن اس چیز سے روکتا ہے۔ اس لئے دنیا کے تمام عیاش قرآن کے خلاف مصروفِ سازش ہیں۔ کوئی اسے رسول کی تصنیف بتا رہا ہے۔ کوئی اسے قدیم عرب معاشرے کے لئے مخصوص سمجھتا ہے اور کوئی اس کے فیصلوں میں تبدیلی کا قائل ہے۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ حقیقت کیا ہے؟

قرآن کس کی تصنیف ہے ؟ خود حضور ﷺ کے زمانے میں بھی ایک ایسا طبقہ موجود تھا۔ جو قرآن کو رسول کی تصنیف سمجھتا تھا۔ اللہ تعالٰی نے اس الزام کی کئی طرح تردید کی ہے:

اوّل: "یہ لوگ جس آدمی کو قرآن کا مصنف (اور رسول ﷺ کا معلم) بتاتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور یہ کتاب فصیح عربی زبان میں ہے"۔(نحل 103)

اگر ایسا کوئی معلم وہاں ہوتا تو وہ چار لاکھ صحابہؓ میں سے کسی ایک کو تو نظر آتا۔ کیا وہ خدیجة الکبریٰؓ علی المرتضیٰؓ ، صدیق اکبرؓ اور حضرت انسؓ کی نگاہ سے جو سائے کی طرح حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے نہاں رہ سکتا تھا؟ اگر وہ کسی کو نظر آجاتا تو کیا اس کا ایمان متزلزل نہ ہو جاتا؟ آپ ﷺ کی ذات سے آخری دم تک لاکھوں صحابہ کی بے پناہ عقیدت اس حقیقت پر ایک ناقابل تردید شہادت ہے کہ حضور ﷺ کا معلم آسمانوں میں تھا۔ "اس کا معلم ایک طاقتور فرشتہ تھا (نجم)

دوئم : " آپ ﷺ اس سے پہلے نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ کچھ لکھ سکتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ حق کے منکر تم پر شبہ کرتے (کہ قرآن کے مصنف تم خود ہو)"۔ (عنکبوت 48)

ظاہر ہے کہ جو شخص نوشت وخواند سے بے بہرہ ہو وہ ایک ایسی کتاب کا مصنف نہیں ہو سکتا جس کی حکمتوں، دانش لاجواب قوانین ابدی و لافانی اور ہدایات فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں

پھر اعجازِ زبان کا یہ عالم کہ سارے جہان کے ادیب اور فلسفی مل کر اس کے اسلوب میں ایک جملہ تک نہ لکھ سکیں۔ "قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی ہدایات محکم (غیر متبدل، ابدی) ہیں اور جس کی تفسیر (عمل رسول ﷺ یا نظام کائنات کی صورت میں) خود اللہ نے مہیا کی ہے"۔(یونس 1)

"میں تمہارے ہاں برسوں سے رہتا ہوں۔(تم میری دیانت وصداقت سے آگاہ ہو۔ تو پھر میرے دعوے رسالت پہ شک کیوں؟) کچھ تو سوچو"۔(یونس 16)

قرآن کے الہامی ہونے پر چند دلائل:

عام مشاہدہ یہی ہے کہ ایک ان پڑھ دیہاتی جو علم کے تمام وسائل، مثلاً مدرسہ، ریڈیو، سینما، اخبار اور تعلیم یافتہ افراد کی صحبت سے قطعاً محروم ہو۔ آخر عمر تک اکھڑ، بے تمیز، آداب نشست و برخاست سے ناواقف، حسن کلام سے ناآشنا اور انسانیت عالیہ سے بے خبر رہتا ہے۔ وہ حدنظر سے آگے کچھ نہیں دیکھ سکتا اور نہ حیات کے باطن میں جھانک سکتا ہے زندگی کیا ہے؟ کہاں جارہی ہے؟ خالق کائنات کہاں ہے؟ زندگی کی معنوی بلندیاں کون سی ہیں اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟ خیر و شر کسے کہتے ہیں؟ اور سعادت و شقاوت کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ان مسائل کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ اس کلیہ سے صرف ایک ہستی مستثنیٰ ہے اور وہ ہے حضور ﷺ کی ذات گرامی۔ آپ ﷺ نے اُمی ہونے کے باوجود ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی۔

1- جس کے سیاسی، منزلی، اخلاقی اور روحانی ضوابط ابدی و غیر متبدل ہیں اور ہر زمانے کے معاشرے کو راس آتے ہیں۔

2- جو انسانی ضمیر اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ انسانی ضمیر سے ہر وقت ایک خاموش آواز اٹھتی رہتی ہے جو نیکی کو اچھا اور بدی کو برا کہتی ہے۔ قرآن کی کوئی ہدایت اس آواز کے خلاف نہیں۔

3- اس میں بلا کی متانت، تمکنت اور توانائی ہے یہ مبالغہ و عریانی سے پاک ہے۔ اس کی ہدایات کا نتیجہ عظمت۔ تقدس، بلندی اور دوام ہے۔ کوئی حکم مسلمہ اقدار انسانیت کے خلاف نہیں

اور نہ کوئی بات انبیائے گزشتہ کی وحی سے متصادم ہوتی ہے۔

4- گو آپ ﷺ عبرانی و یونانی سے ناواقف تھے تاہم آپ ﷺ نے بار بار تورات (عبرانی) و انجیل (یونانی) کا حوالہ دیا ان کی تصدیق کی اور ان کی تعلیمات کو بطور شہادت پیش کیا۔

5- قرآن کی زبان معجزانہ ہے۔ انسانی دسترس سے بالاتر، خود حضور پر نور کی زبان مبارک سے لاکھوں جملے نکلے تھے جو کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔ لیکن بلحاظ فصاحت کوئی حدیث قرآن کی ہم پایہ نہیں حریری، ہمدانی اور معری جیسے ہزاروں ادیبوں نے سر پٹکا لیکن قرآن کے انداز (سٹائل) میں ایک جملہ تک نہ لکھ سکے۔ یہ قرآن کے بے مثال آہنگ اور محسورکن ترنم ہی کا نتیجہ تھا کہ عمر بن خطابؓ جیسے بیسیوں فصیح و بلیغ عرب چند آیات سن کر رسول کے قدموں میں گر پڑے تھے اور نجاشی (شاہ حبشہ) کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی تھی۔ اگر قرآن کو کلام رسول ﷺ سمجھا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ حضور ﷺ نزول وحی سے پہلے بھی باتیں کیا کرتے تھے۔ کیا وجہ ہے کہ چالیس سال کی طویل مدت میں آپ ﷺ کے منہ سے ایک بھی ایسا جملہ نہ نکلا، جو قرآن کے انداز میں ہو؟

6- شروع ہی سے حضور ﷺ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتب وحی کو حکم دیتے کہ اسے لکھ کر فلاں سورہ میں فلاں آیت کے پیچھے رکھ دو۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ان متفرق آیات سے جنہیں مختلف عنوانات کے تحت رکھا جا رہا تھا تئیس برس کے بعد مطالب، ترنم، اسلوب، اور آہنگ کے لحاظ سے ایک ایسی مربوط فلسفیانہ اور مکمل کتاب تیار ہوگی جس کے سامنے دنیا کے کروڑوں انسانوں کی گردنیں جھک جائیں گی۔

7- اسی کتاب میں کسی قوم کو نسل، رنگ، جغرافیہ کی بناء پر فوقیت نہیں دی گئی۔ بلکہ علم و تقویٰ کو معیار عظمت قرار دیا گیا ہے نسل و جغرافیہ کے روابط سے بلند ہو کر روحانی اقدار کو مدار انسانیت، بنانا، یا تو اللہ کا کام ہو سکتا ہے یا اس عظیم انسان کا، جو اللہ کی بات سنا رہا ہو۔

یہ تمام باتیں ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ کتاب زمینی نہیں آسمانی ہے۔

گناہ کی حقیقت

(ڈاکٹر محمد رفیع الدین)

جب ایک بندہ عاصی تہہ دل سے قرآن میں سکھائی گئی یہ دعائیں پڑھتا ہے اور ان کے ایک ایک لفظ کا گہرا شعور حاصل کرتا ہے:

"اے ربّ ہمارے! ہم نے اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا اور اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے"۔ (الاعراف 23)

"خدایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں ہی قصوروار ہوں"۔ (الانبیاء 87)

نفس اور روح کی مکمل تطہیر اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان ان تمام خواہشات، تمناؤں اور افعال سے اجتناب نہیں کر لیتا جو اس کی فطرت سلیمہ کے خلاف ہیں اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اس حسن ازلی کی طرف رخ نہیں کر لیتا جس کی عبادت و محبت کی خواہش اسکے وجود کی گہرائیوں سے پھوٹ رہی ہے۔ "اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو"۔ (المزمل 8)

معصیت پر تہہ دل سے ندامت و پشیمانی اور خدا کے حضور گریہ و آہ و زاری کے ذریعے ایک سیاہ کار اپنے رب کے بے پایاں فضل سے اس قابل ہوتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہوا ایمانی رشتہ دوبارہ استوار کر سکے۔ اور اسی طرح اس کی خودی دوبارہ مستحکم ہو کر شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ مناجات اور آنسوؤں کے ساتھ اللہ کے حضور دعائیں مانگنے کیلئے رات کا آخری حصہ بالخصوص مفید ہے۔ کیونکہ اس وقت دن کی مشغولیات سے توجہ نہیں بٹتی اور انسان پورے اطمینان، خشوع اور حضوری قلب کے ساتھ اپنے ربّ کے سامنے گڑگڑا سکتا ہے۔

گناہ کی مقدار: اخلاقی اور روحانی اعتبار سے غلطیاں بڑی بھی ہوتی ہیں اور چھوٹی بھی۔ ان کی کمیت کا تعین اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ خودی کو کتنا آلودہ کرتی ہیں اور منفی طور پر اس کو کتنا

متاثر کرتی ہیں کوئی گناہ یا معصیت خواہ بہت چھوٹی ہو، اگر مسلسل کی جائے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ خودی کے ارتقاء کو زک پہنچائے خودی کی محبت حسن جوں جوں بڑھتی ہے غیر اخلاقی کام اس کی زندگی سے کم ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کا صدور بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اس سطح پر صحیح نصب العین اور اس کی محبت مومن صادق کے شعور پر مکمل طور پر غلبہ پا لیتی ہے۔ چنانچہ اس مقام پر اسے غلط افکار و اعمال سے اجتناب میں چنداں محنت نہیں کرنی پڑتی بلکہ فطری طور پر اور نہایت سہولت کے ساتھ صرف اخلاقی اور نیک اعمال ہی کا صدور ہوتا ہے غیر اخلاقی اور غیر مستحسن افعال کا ظہور اسی لئے ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کا جذبہ محبت وقتی طور پر غلط سمت پر پڑھا جاتا ہے اور اسے اپنے محبوب حقیقی کی رفعت شان کا پورا ادراک نہیں ہوتا۔

صحیح نصب العین کے ساتھ متصادم باطل افکار کا منبع قوی عادات ہیں یا منہ زور جبلتیں۔

عادات:

جب تک ایک شخص غلط نصب العین کے دام الفت میں اسیر ہے، اس کی پوری زندگی اس کے زیر اثر رہتی ہے۔ نتیجتاً وہ فکر و عمل کی ایسی عادات متشکل کر لیتا ہے جو رفتہ رفتہ بہت پختہ ہو جاتی ہیں اور اس غلط نصب العین کی مقصد براری کرتی ہیں اور اپنی قوت کے بل پر اس شخص کے جذبہ محبت کو سہارا دیتی ہیں۔ یہ عادات اس کے گلے کا ہار بن کر اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں خواہ اس کی فطرت سلیم کی کچھ رمق ابھی باقی ہو۔ حسن اور صحیح نصب العین کا شعور حاصل ہو جانے اور اس کی محبت کا وعدہ کر لینے کے باوجود یہ عادات خبیثہ اس کے ذہن و عمل کو اپنی گرفت میں رکھتی ہیں۔ ان سے چھٹکارا بلا واسطہ تصادم سے نہیں بلکہ ان کی جگہ ایسی عادات بنا لینے سے ہوتا ہے جو صحیح نصب العین کے مطابق ہوں۔ جوں جوں نئی صالح عادات گہری ہوتی جاتی ہیں، یہ پرانی غیر صحت مند عادات کی جگہ لے لیتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے نظام عبادات میں باقاعدگی اور بر وقت عمل پر انتہائی زور دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: بیشک نماز مسلمانوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔(النساء 3-1)

حدیث رسول ﷺ ہے:"بہترین نیک عمل وہ ہے جسے پابندی اور باقاعدگی سے کیا جائے"۔

جب ایک مومن صادق صحیح اور مطلوب عادات تشکیل دے لیتا ہے تو یہ عادات اس کی پوری عملی زندگی کا احاطہ کر لیتی ہیں اور وہ ازخود محسوس کرتا ہے کہ اسے نہ صرف اپنی جملہ مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر اپنے حقیقی محبوب کی پرستش کرنی ہے بلکہ اپنی پوری زندگی کے تمام گوشوں میں اخلاقی ضابطے کی بھی پابندی کرنی ہے جس طرح باطل عادات باطل محبت کا سہارا بنتی ہیں اسی طرح عادات محمودہ صحیح محبت کو برقرار رکھنے میں معاون ہوتی ہیں۔ایک خاص کام کو بار بار کرنے سے اس میں ایک گونہ سہولت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ کام ازخود اور شعوری کوشش کے بغیر انجام دیا جا سکتا ہے۔فطرت کا یہ قانون انسان کی زندگی میں بہت کار آمد ہے۔اس سے زندگی کے وہ گوشے بھی اخلاقی ضابطے کے تحت لائے جا سکتے ہیں جن کے بارے میں ابھی فرد نے عادت صحیحہ استوار نہیں کی۔جب تک عادات خبیثہ کا مکمل خاتمہ کر کے ان کی جگہ نیک عادات پوری طرح قائم نہیں ہو جاتیں صحیح نصب العین کے لئے جذبہ محبت کامل نہیں ہو سکتا۔

جبلتیں:

وہ باطل افکار و خیالات بالخصوص بہت تیز و تند ہوتے ہیں جن کا منبع مختلف جبلتیں ہوتی ہیں مثلاً خورد و نوش کی جبلت، جنسی جذبہ، جارحیت پسندی، خود تحکمی وغیرہ وغیرہ کیونکہ خاص طور پر وہ جبلتیں جن کا ہدف فرد اور نسل کی اعانت ہوتا ہے، بہت قوی ہوتی ہیں ان کے پس پردہ ایک قسم کا حیاتیاتی جبر کارفرما ہوتا ہے اور اس لئے ان کی تکمیل ایک مخصوص لذت کا باعث بنتی ہے۔صحیح نصب العین کے لئے محبت کی عدم موجودگی میں ہم اپنی جبلتی خواہشات کی لذت سے اتنے مغلوب ہو جاتے ہیں کہ ہم اسی لذت کو تمام حسن و عظمت کا محور قرار دے لیتے ہیں۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ خواہشات ہی ہمارا مطمع نظر اور ہدف یا نصب العین بن جاتی ہیں اور صحیح اور سچے نصب

العین کے لئے مختص محبت بھی انہی خواہشات کی تکمیل کے گرد گھومنے لگتی ہے یہ تمام جبلتیں فی نفسہ غلط نہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ انہیں حد اعتدال کے اندر رکھا جائے اور انہیں اسی حد تک پورا کیا جائے جس حد تک یہ صیانت ذات کے لئے ناگزیر ہیں لیکن جب یہ خواہشات اور ان سے حاصل شدہ لذت اپنی جائز حدود سے تجاوز کر کے انسان کے ذہن وقلب پر پورے طور پر مستولی ہو جائیں تو پھر انسان حیوان کی سطح سے بھی نیچے گر جاتا ہے کیونکہ جانور بھی انہیں اپنی حیاتیاتی ضرورت سے زیادہ پورا نہیں کرتا ایسے انسانوں کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

"وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ"(الاعراف179)

ان انسانوں کا نصب العین اور الٰہ ان کی خواہشات ہوتی ہیں:

" کیا تم نے اس شخص (کے حال) پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش (نفس) کو اپنا معبود بنالیا؟ (الفرقان43)

صاحب ایمان کا ایک اہم عمل۔ مجاھدہ معہ النفس

ایک ایسے شخص کو جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اپنی خودشعوری اور ایمانی کیفیات کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں خواہشات اور مرغوبات نفس کے ساتھ کشاکش کا سخت تجربہ ہوتا ہے۔ ان خواہشات کو اپنی جائز حدود میں مقید رکھنا اور صحیح نصب العین کے ساتھ عقیدت و محبت کے جذبات کی نشو نما محنت طلب امر ہے اسے اپنی جبلی خواہشات کو نہ صرف کنٹرول کرنے بلکہ انہیں دبانے کی اس حد تک مشق ہونی چاہیے کہ وقت آنے پر اور ضرورت کے پیش نظر اپنے عشق کی خاطر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جان کا نذرانہ بھی پیش کر سکے اس صورت حال سے وہ ہر اس لمحے میں دو چار ہوتا ہے جب اسے اپنے نصب العین کے مخالف اعمال کا سامنا ہوتا ہے یا جب اسے جہاد فی سبیل اللہ میں بھوک پیاس اور دیگر تکلیف برداشت کرتے ہوئے حصہ لینا ہوتا ہے اور جس میں وہ اپنی جان تک قربان کر دینا عین سعادت سمجھتا ہے۔

نماز مومن کی معراج

(ڈاکٹر یوسف القرضاوی) (مترجم: خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے نماز کی بر وقت ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کا حکم دیا ہے، صبح بھی اور شام بھی، دوپہر کے وقت بھی اور رات میں بھی۔ اور حکم دیا کہ ایک دن میں اسے پانچ مرتبہ دہرایا جائے تا کہ وہ مسلمان کے لئے روحانی "حمام" بن جائے جس کے ساتھ وہ اپنے دل کی غفلتوں اور اپنی خطاؤں کی میل سے پاک ہو جائے۔ اس حقیقت کو نبی کریم ﷺ نے اپنی حدیث شریف میں مثال بنا کر بیان فرمایا: غور کرو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو جس پر وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل رہ جائے گی؟۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں، اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے جن کے ساتھ اللہ خطاؤں کو محو کر دیتا ہے"۔ (متفق علیہ) اور کون ایسا انسان ہے جس پر ایک دن گزر جائے اور اس سے خطائیں اور لغزشیں سرزد نہ ہوں!

اس انسان کو عجیب صورت میں پیدا کیا گیا ہے، اس میں فرشتوں کی روحانیت، چوپایوں کی شہوت، درندوں جیسی جذباتیت ہے اور زیادہ تر شہوت ہی اس پر غالب آتی ہے، غصہ اسے لڑنے کی دعوت دیتا ہے اور زمین کی مٹی اسے کھینچتی ہے جس سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس وہ غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور خطاؤں میں پڑ جاتا ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں کہ انسان سے غلطی ہو جائے اولاد آدم سے غلطی ہو ہی جاتی ہے لیکن عیب یہ ہے کہ وہ غلطیوں میں بڑھتا رہے، ان پر اڑا رہے اور نیچے سے نیچے گرتا چلا جائے، حتیٰ کہ چوپایوں کی طرح ہو جائے یا ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

دن بھر کی پانچ نمازوں کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ خطا کار ہوش سنبھال لے، فریب خوردہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے اور انسان اپنے رب کی طرف پلٹ کر آ جائے اور اس مادی آگ جس کو حرص و ہوا، شہوات اور اللہ اور دار آخرت سے غفلت نے بھڑکا رکھا ہے بجھا دے۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "اللہ کا ایک فرشتہ ہر نماز کے موقع پر ندا دیتا ہے: اے بنی آدم اٹھو اپنی اس آگ کی طرف جسے تم نے سلگایا ہے، اسے بجھاؤ"۔ (طبرانی)۔وہ خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے، جو دلوں تک پہنچے گی اور وہ دلوں اور عقلوں کو جھلسا دینے والی ہے اور نماز آگ کو بجھانے والا پمپ ہے جو اس آگ کو بجھاتا ہے اور دھوئیں اور سیاہی کو بہالے جاتا ہے اور انسان کی پسلیوں کے درمیان سے اس کے اثر کو دھوڈالتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ اس حدیث کی تشریح اپنے اس قول سے فرماتے ہیں:

تم آگ جلاتے رہتے ہو جلاتے رہتے ہو تو جب تم نے صبح کی نماز پڑھی تو اس نے اس پر پانی ڈال دیا
تم پھر جلاتے رہتے ہو جلاتے رہتے ہو تو جب تم نے ظہر پڑھی تو اس نے اسے بجھا دیا۔
تم پھر جلاتے رہتے ہو جلاتے رہتے ہو تو جب تم نے عصر پڑھی تو اس نے اسے بجھا دیا۔
تم پھر جلاتے رہتے ہو جلاتے رہتے ہو تو جب تم نے مغرب پڑھی تو اس نے اسے بجھا دیا
تم پھر جلاتے رہتے ہو جلاتے رہتے ہو تو جب تم نے عشاء پڑھی تو اس نے اسے بجھا دیا۔
پھر تم سوجاتے ہو تو تمہارے متعلق کچھ نہیں لکھا جاتا حتیٰ کہ تم بیدار ہوتے ہو! (طبرانی)

اور رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کے سارے وسائل کے ساتھ اپنے اصحابؓ کو نماز کے عمل کا تصور دلایا ہے کہ کس طرح وہ انسان کی خطاؤں کو محو کر دیتی ہے جو صبح وشام اس سے سرزد ہوتی رہتی ہیں۔حضرت سلمان فارسیؓ سے آنحضور ﷺ کے متعلق روایت پہنچی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھے تو آپ ﷺ نے ایک خشک ٹہنی کو پکڑا اور جھنجوڑا حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑ گئے اور فرمایا: اے سلمان، تم کیوں نہیں پوچھتے ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: فرمایئے آپ ﷺ نے کیوں ایسا کیا؟ فرمایا: جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس طرح جھڑ جاتی ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ گئے"۔ (احمد، نسائی، طبرانی) آپ ﷺ نے پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: "اور دیکھو، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں

۔یہ ایک یاددہانی ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں"۔(ھود 11:114)

اور نمازوں کا اثر میل کچیل کو دھونے، خطاؤں کو مٹانے اور برائیوں کو دور کر دینے کے اسی پہلو تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دوسرا مثبت کردار ہے۔وہ مبارک بار آور لمحات ہوتے ہیں، جبکہ پانچ اوقات میں انسان اپنے آپ کو دنیا سے الگ تھلگ کر لیتا ہے، اس دنیا سے جو مٹی اور کھنکھناتا ہوا گارا ہے، جو بغض و عناد اور بقاو فنا کی کشمکش کی دنیا ہے تا کہ وہ عجز و نیاز بھرے لمحات میں اپنے مولا کے حضور کھڑا ہو، جن کے ساتھ زندگی کے عدم توازن میں کمی آتی ہے اور قلوب و ارواح پر مٹی اور کثیف مادے کا دباؤ ہلکا ہو جاتا ہے۔

نماز وجود انسانی میں اس بلند مرتبہ جزو الٰہیہ کو غذا مہیا کرتی ہے جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے(**ونفخت فيه من روحي**)یہ وہ روحانی وجود ہے جو انسان کے پہلوؤں میں رہتا ہے، اسے علماء کا علم کفایت کرتا ہے، نہ ادیبوں کا ادب اور نہ فلسفیوں کا فلسفہ، اسے صرف اللہ کی معرفت اور تعلق باللہ سے غذا مہیا ہوتی ہے اور وہ یہ پانچ نمازیں ہیں جو روح کی روزانہ کی غذائی خوراکیں ہیں جس طرح معدہ کے لئے روزانہ کی خوراکیں ہوتی ہیں۔بندے کے لئے اس کے رب کے حضور نماز میں مناجات روحانی سامان ہے جو اس کے دل کو روشن کرتی ہے، اس کے سینے کو کھولتی ہے، اسے ہاتھ سے پکڑ کر اسکی جناب میں بلا حجاب کھڑا کر دیتی ہے، پس وہ اپنے رب سے بلا ترجمان کلام کرتا ہے اور اس سے سرگوشی کرتا ہے اور دور سے نہیں بالکل قریب سے۔ وہ مدد مانگتا ہے قوت و سطوت والے سے، نہ کسی گرے پڑے سے۔اس کا دست سوال غنی کے سامنے پھیلا ہوتا ہے نہ کہ بخیل کے سامنے، اس کی روح اور اس کا قلب صاف و شفاف ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ کا کلام سنتا ہے:"میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، جب بندے نے کہا **الحمد الله رب العلمين** تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی اور جب اس نے کہا: **الرحمن الرحيم** تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی اور جب بندے نے کہا: **مالک یوم الدین** تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے

نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندے نے کہا: **ایاک نعبد و ایاک نستعین** تو اللہ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہ کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ اور جب بندے نے کہا کہ: **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** تو اللہ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا ہے (مسلم) اور نبی ﷺ نماز میں بندے اور اس کے رب کے درمیان مضبوط تعلق کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ اس کی طرف کر لیتا ہے اور اس سے پھرتا نہیں ہے، حتیٰ کہ وہ خود پھر جائے۔ یعنی لوٹ جائے، یا اس کا وضو نہ رہے۔ (ابن ماجہ)

لیکن اسلام میں نماز محض روحانی عبادت نہیں ہے، وہ نجاست سے صفائی ہے، پاکیزگی حسن اور تزئین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کپڑے، بدن اور جگہ کو ہر قسم کی گندگی سے پاک صاف کرنا شرط اور غسل اور وضو کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرنا لازم قرار دیا۔ پس جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اگر جنابت کی حالت ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ"۔ (المائدہ 5، 6)

اسلام نے نظافت کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لئے ارشاد ہے: "نظافت اختیار کرو اس لئے کہ اسلام نظیف ہے"۔ (ابن حبان) "اللہ پاک ہے، پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے، نظیف ہے نظافت کو پسند فرماتا ہے"۔ (ترمذی) قرآن حکیم نے مسجد قبا یا مسجد نبوی کے اہل کی نظافت و تطہیر کی رغبت پر ان کی تعریف کی ہے۔

"جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لئے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔

"مسلمانوں کو نمازوں کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ مسجد کی طرف اچھے لباس میں ملبوس ہو کر اور خوشبو لگا کر جائیں تا کہ اپنے بھائیوں کو بدبو اور گندے کپڑوں کی ایذاء سے بچائیں۔ اسی طرح سے ہر نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور رب ذوالجلال کی خوشنودی کا باعث ہے"۔(رواہ احمد ابن حبان ونسائی)

اور جمعہ کے دن غسل اور اچھے سے اچھا لباس جو ان کے پاس ہو پہننا اور خوشبو لگانا لازمی قرار دیا گیا اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر مسجد جانے سے منع کر دیا گیا۔

اور اولین مسلمان ایسا ہی کیا کرتے تھے۔حسنؓ جب مسجد کی طرف جاتے تو عمدہ لباس پہنتے۔اس بارے میں ان سے سوال کیا گیا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب کیلئے زینت حاصل کروں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو"۔(الاعراف 31:7)

یہ اس وقت کہا گیا جب کہ یورپ میں زمانہ ہائے وسطیٰ میں علماء و مشائخ کاہلی اور گندگی کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے وسیلے شمار کرتے تھے اور نظافت و جمال کو شیطان کا عمل خیال کرتے، حتیٰ کہ ایک راہب کی تعریف کرتے ہوئے کہا: اللہ اس پر رحم کرے: اس نے عمر بھر میں پاؤں دھونے کے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا!

نماز بدنی ریاضت ھے:

نماز اپنے قائم کرنے والے میں ریاضت کی روح پھونکتی ہے اور بدنی عضلات کو تقویت دیتی ہے۔وہ صبح سویرے اٹھنے اور طلوع آفتاب سے قبل دن کا مستعدی کے ساتھ استقبال کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔وہ رسول اللہ ﷺ سے منقول اپنی کیفیت کے ساتھ موجودہ زمانے کے بدنی فنی مشق کرنے والوں کی ورزشی مشقوں سے ملتی جلتی ہے جو جسم کو تقویت اور اعضا کو ورزش مہیا کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نماز میں میانہ درجے کے وقفہ کیلئے کھڑے رہتے، نہ جھکتے اور نہ ہی کمزوری کا اظہار کرتے۔

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو نماز میں کمزوری کا اظہار کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا: "تجھ پر اللہ کی مار پڑے، ہمارے دین کو مردہ نہ بنا کر دکھا" اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ گردن جھکائے کھڑا ہے گویا کہ خشوع کا مظاہرہ کر رہا ہے تو انہوں نے اس سے فرمایا: اپنے سر کو اوپر کر لے کیوں کہ خشوع دلوں میں ہوتا ہے، نہ کہ گردنوں میں"۔

رسول اللہ ﷺ کی رکوع میں پیٹھ سیدھ میں ہوتی اور دونوں ٹانگیں سیدھی کھڑی ہوتیں اور جب سجدہ کرتے تو اپنے بازو رانوں سے الگ رکھتے۔ آپ ﷺ جب قیام سے سجدے میں جاتے یا قیام کے لئے سجدے سے اٹھتے تو اپنے ہاتھوں پر سہارا نہ لیتے۔

اور اسی طرح سے نماز حرکت اور عمل بن جاتی ہے جس میں آدمی بہ ہمہ پہلو شامل ہوتا ہے۔ جسم نماز میں کھڑے ہونے، بیٹھنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا عمل کرتا ہے، زبان تکبیر، تسبیح تہلیل کی قراءت کا عمل کرتی ہے اور عقل تلاوت قرآن میں تدبر و تفکر کا عمل کرتی ہے اور دل شوق کے ساتھ اللہ تعالی کی نگرانی اس کی خشیت اور اس کی محبت کو مستحضر رکھنے کا عمل کرتا ہے۔

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے ہمارے بزرگ پیر بھائی محمد حسین چھل

گوجرانوالہ سے ہی بھائی طالب صاحب کی خوشدامن

راولپنڈی سے بھائی ادریس صاحب کی والدہ

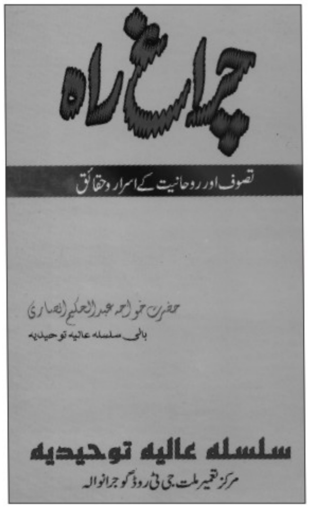
نوشہرہ ورکاں سے بھائی معین الدین کے بہنوئی طالب حسین

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

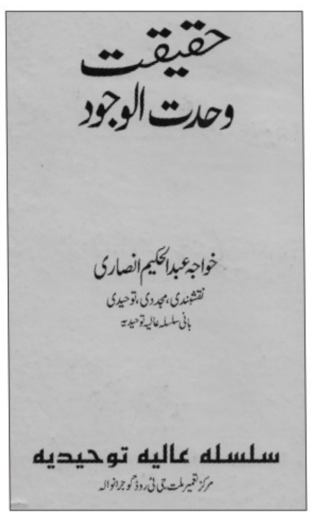
(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

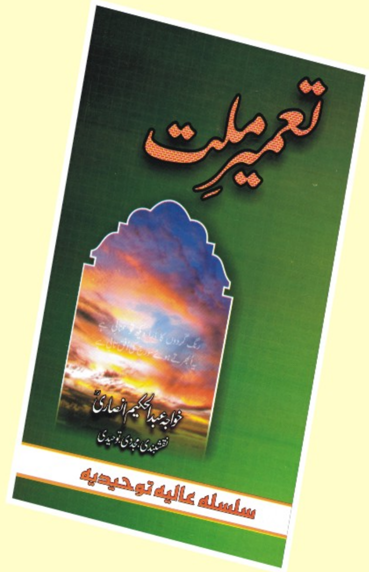


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

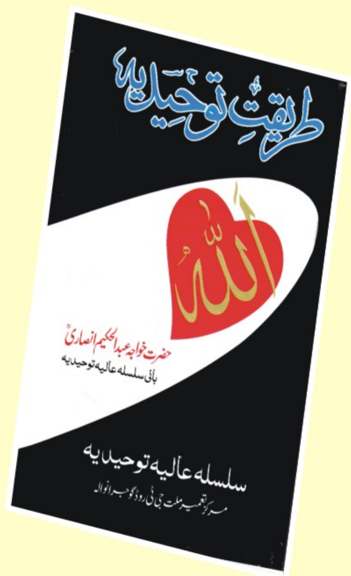


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com